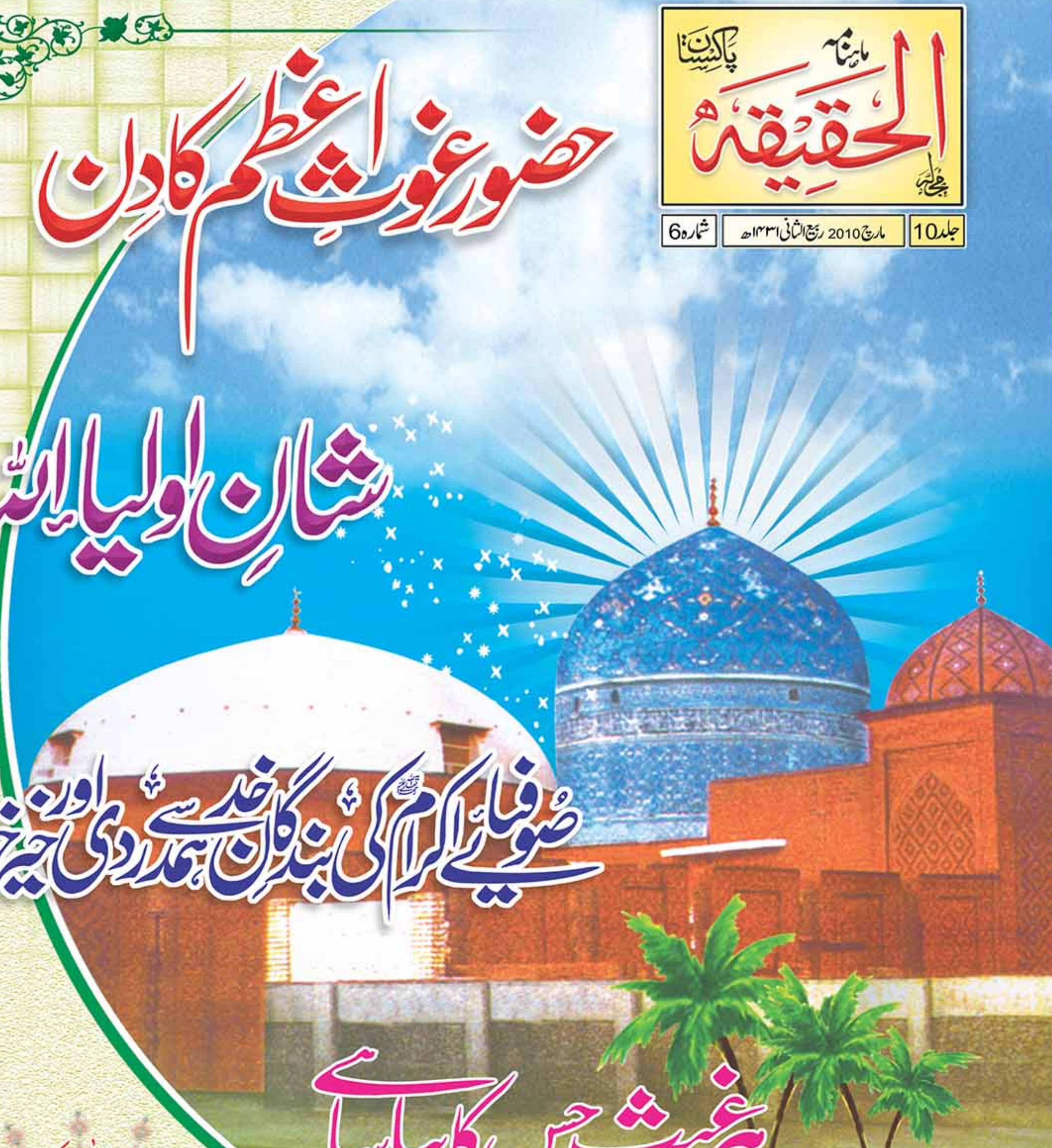
ماہنامہ
مجلہ الحقیقہ
پاکستان

جلد 10 | مارچ 2010 ربیع الثانی ۱۴۳۱ھ | شمارہ 6



حضور غوثِ اعظم کا دن

شانِ اولیاء اللہ

صوفیائے اکرامؒ کی بندگانِ خدا سے ہمدردی اور خیر خواہی

ہر غیث جس کا پیاسا ہے

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا

اتحادِ ملت کی ضرورت و صورت

اداریہ

ماہِ ربیع الاول کا پیغام

فریاد غریب بدربار حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام

میں لٹ چلا، اے طیبہ کے سلطان بچالو
دم گھٹ گیا، اب جان مری جان بچالو

واللہ بچا سکتی ہے امداد تمہاری
للہ مجھے اے شہ ذیشان بچالو

اے رحمت کونین تمہاری ہے دہائی
سب چھوڑ گئے آقا اب اس آن بچالو

اے مایہ الطاف بالطاف سمجھا لو
اے پیکر احسان باحسان بچالو

اے منزل عرفاں مجھے مرا عرفان عطا ہو
اے حاصل ایماں مرا ایمان بچالو

اے نوح کے ناصر میں کسے اور پکاروں
بس ڈوب چلا بڑھ گیا طوفان بچالو

پھر چھانے لگے دل پہ گھٹا ٹوپ اندھیرے
گم ہونے لگے پھر مرے اوسان بچا لو

اوہام کی ظلمات میں کھو جاؤں نہ شاہا
اے نورِ خدا نیر رحمان بچالو

اک اپنی محبت سے اجالو مرے گھر کو
دل میں نہ کوئی اور ہو ارمان بچالو

اے ہادیٔ انسان بنا کر مجھے انسان
اے محسن انساں اب اک انسان بچالو

اصحاب کا ، حسنین کریمین کا صدقہ
آسی ہے بہت سخت پریشان بچالو

حضور مفکر اسلام پروفیسر محمد حسین آسی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ

یونس۔۶۳

ترجمہ: سُن لو اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے اور نہ کچھ غم

کلمۃ الحقیقہ اداریہ

ماہِ ربیع الاوّل کا پیغام

سعید آسوی کے قلم سے

الحمدِللہ! ربیع الاول کا ماہِ مقدس اپنی عظمتوں، برکتوں اور سعادتوں کے ساتھ رونقیں برپا کئے ہوئے ہے۔ رحمت کی بادِ بہاری چل رہی ہے، کیا کیا بخشش وسخا کے پھول نہیں کِھل رہے۔ خصوصاً سال کا وہ دن جو اللہ تعالیٰ کے سب سے بڑے رسول، سب سے بڑے حبیب اور سب سے بڑے مظہر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نسبت سے سب سے بڑا دن ہے، بحروبر، کوہ و کمر، شرق وغرب اور شمال وجنوب پر انوار وتجلیات کی بارش کر کے رخصت ہوگیا۔ یہ دن پورے عالمِ اسلام نے نہایت اہتمام اور تزک واحتشام سے منایا۔ محافلِ میلاد منعقد ہوئیں، جلوس نکالے گئے، جھنڈیاں لگائی گئیں، راستے اور عمارتیں سجائی گئیں اور وسیع پیانے پر صدقہ وخیرات کا اہتمام کیا گیا۔ غرض یہ کہ غلامانِ رسول ﷺ نے ادا ادا سے یہ ثابت کر دیا کہ ہم کل بھی شمعِ نبوت کے پروانے تھے، آج بھی شمعِ نبوت ﷺ کے پروانے ہیں۔ دنیا کی کوئی طاقت ہمیں خدا کے محبوب ومطلوبِ اکبر ﷺ کے دروازے سے دور نہیں کرسکتی۔

یہ امت اپنے آقا ومولا، ملجا وماویٰ حضورِ اکرم نورِ مجسّم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی آمد کی خوشی کرنے میں حق بجانب ہے کہ یہ وہ آقا ومولا ﷺ ہیں جن کے صدقے میں رب تعالیٰ نے ہر نعمت مرحمت فرمائی ہے اور یوں تو حضور ﷺ کی عطا کردہ ہر نعمت ایک سے بڑھ کر ایک ہے، مگر سب سے بڑی کرم فرمائی یہ ہے کہ ہمیں ایسی کتاب لا کر دی جو طبقۂ انسانی کے ہر فرد کے لئے، ہر شعبہ زندگی میں مشعلِ راہ ہے۔ اس قرآن کے کمالات کی حد نہیں اور جب سے یہ اترا ہے، اس کے اوصاف کا بیان جاری ہے تاہم یہاں اس کے غیر متغیر وغیر متبدل ہونے کے حوالے سے ایک واقعہ سنیں

''۱۹۱۴ء میں جبکہ پہلی جنگ عظیم جاری تھی، جرمنی کے عیسائیوں کو یہ فکر لاحق ہوئی کہ ہماری سلطنت بڑھتی جارہی ہے، لیکن ہماری انجیلیں کوئی لاطینی میں ہے، کوئی فرانسیسی میں، کوئی انگریزی میں، تو انہوں نے سوچا کہ لاطینی انجیل کو Standardize کرو۔ یہی ہر جگہ ترجمہ (Translate) کر کے پہنچاؤ تا کہ ایک ہی انجیل ہو۔ چنانچہ پوری دنیا سے انہوں نے 60000 سے زائد انجیلیں اکٹھی کیں تا کہ انہیں ایک لاطینی انجیل کے تابع کر دیں۔ مگر ان کی حیرت کی انتہا نہ رہی، جب انہوں نے دیکھا کہ کوئی ایک نسخہ بھی دوسرے سے نہیں ملتا۔ سب میں اختلاف تھا۔

اب اندر سے پادری مر گئے کہ یہ کیا ہو گیا۔ پھر انہوں نے سوچا کہ ایک اور تجربہ کرتے ہیں۔ اور وہ یہ کہ دیکھتے ہیں کہ مسلمانوں کے قرآن کی کیا صورتحال ہے۔ چنانچہ میونخ یونیورسٹی میں ایک مستقل ادارہ کھولا گیا، جس کا نام رکھا گیا (Institute of Quranic Research) یعنی تحقیقاتِ قرآن کا ادارہ۔ یہاں انہوں نے شام سے، یمن سے، انگلستان سے، بغداد سے، غرضیکہ پوری دنیا سے قرآن پاک کے تقریباً ایک لاکھ نسخے اکٹھے کئے۔ ڈاکٹر حمید اللہ صاحب لکھتے ہیں کہ 1937ء میں میں جرمنی گیا، میونخ یونیورسٹی میں جانا ہوا تو ادارے کے سربراہ (Head) نے مجھے کہا کہ حمید اللہ صاحب آپ کو مبارک ہو، میں اگرچہ عیسائی ہوں لیکن تمہیں ایک بات بتانا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ ہمارے 60000 انجیل کے نسخوں میں دو نسخے بھی آپس میں مل نہ سکے اور تمہارے قرآن پاک کے ایک لاکھ نسخوں میں زیر اور زبر کا فرق بھی نہیں تھا۔

اور ہم کہتے ہیں کہ قرآن پاک ہمارے نبیِ محترم ﷺ کے قلبِ اقدس پہ اترا ہے (فَاِنَّہٗ نَزَّلَہٗ عَلٰی قَلْبِکَ) پھر اس میں کوئی تبدیلی کیونکر ممکن ہے۔ اس اکرامِ عظیم (قرآن) کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جو دوسرا بڑا احسان ہم پر ہے، وہ ہے آپ کی سنتِ مبارکہ۔ جس میں امت کے لئے خیر ہی خیر اور نفع ہی نفع ہے۔ اس 'سنت' کا اعجاز بھی ملاحظہ کیجئے۔ چند سال قبل ماہنامہ الجامعہ میں ایک مضمون شائع ہوا تھا جس میں مضمون نگار نے لکھا کہ

"چند دن کی بات ہے، بندہ کو ملکِ عزیز کے چوٹی کے ایک ماہرِ نفسیات ڈاکٹر سے تبادلہ خیالات کا موقع ملا تو وہ بے ساختہ بولے، اگر خدا نخواستہ میں مسلمان ماں باپ کے گھر پیدا نہ ہوا ہوتا اور اپنے سائنسی مطالعہ کے دوران مجھ تک داعی برحق ﷺ کی صرف دو باتیں پہنچتیں تو میرے حلقہ بگوشِ اسلام ہونے کے لئے کافی ہوتیں۔ میں نے دریافت کیا، وہ دو باتیں کون سی ہیں؟ کہنے لگے 'ان میں پہلی بات نومولود بچہ کے کان میں اذان دینے کا پُر از حکمت ارشادِ نبوی، دوسرے حضور ﷺ کی یہ تعلیم کہ کھانے سے قبل ہاتھ دھوئے جائیں، مگر کسی کپڑے تولیہ وغیرہ سے صاف نہ کئے جائیں'۔ انہوں نے کہا کہ 'کس قدر حیرت کا مقام ہے کہ بچوں کی نفسیات، دماغ کی ساخت Memory (یادداشت کے نظام) کی دریافت بیسویں صدی میں ہوئی ہے۔ اسی طرح جراثیم کے باب میں انسان نے ماضی قریب میں کھوج لگایا ہے جبکہ نبیِ امی ﷺ نے یہ حقائق چودہ سو سال قبل منکشف کر دیئے تھے"

غور فرمایا، تعلیماتِ نبوی (علیٰ صاحبھا الصلوٰۃ والسلام) میں کتنی گہرائی، گیرائی اور ایپائی ہے کہ جس نقطے پر غور کریں

کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا اینجا ست

میرے مرشدِ گرامی، سیدی وسندی حضور قبلہ عالم حضور مفکرِ اسلام علیہ الرحمہ فرماتے ہیں

اے امن پسندو آجاؤ سرکار ﷺ کے سایہ رحمت میں
اس چارہ گرِ ہستی کے سوا، انسان کا کوئی بھی چارہ نہیں

المختصر! قرآن پاک اور سنتِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء وہ دو انعام ہیں جو حضور ﷺ کے صدقے میں یا حضور ﷺ کے طفیل ہم پر ہوئے ہیں اور حق تو یہ ہے کہ حضور ﷺ کے جملہ احسانات کا بیان ہمارے بس سے باہر ہے۔ حضور ﷺ کے طفیل ہی کائنات کا یہ سارا نظام قائم ہے۔ یہ سورج تو محض اس کرۂ ارض کے اوپر حیات کا ایک سبب ہے۔ جو ساری کائنات کی حیات کا سبب ہے، وہ وہی ہے جو رب کا سراجاً منیراً ہے، جو جانِ کائنات ہے اور جو روحِ عالمین ہے۔ اب اگر یہ امت اپنے اس عظیم آقا و مولا ﷺ کے بے پناہ احسانات کا شکریہ ادا کرنے کے لئے ایک انداز یہ اختیار کرتی ہے کہ جب ان ﷺ کا ماہِ میلاد آئے تو ان ﷺ کی تشریف آوری کی خوشیاں مناتی ہے اور ان ایام کے تقدس کا پورا پورا خیال رکھتی ہے تو یہ اس کے ایمان کی نشانی نہیں تو اور کیا ہے۔

مگر برادرانِ عزیز، یومِ میلا دیاماہِ میلا دمنانے کا یہ انداز کافی نہیں۔ ہمیں ٹھنڈے دل سے ملک وملت کے مسائل کا تجزیہ کرنا چاہئے اور اس دن کی روشنی میں ان کا حل تلاش کر کے اس پر عمل پیرا ہونا چاہئے۔ اگر ہم ایک دن تو اس خواجۂ گیہاں ﷺ کی تشریف آوری کی خوشیاں منائیں اور باقی سارا سال اس تشریف آوری کے مقاصد اور برکات کو فراموش کئے رہیں تو گویا ہم نے اس عظیم دن اور عظیم مہینے کی کوئی قدر نہیں کی۔ ہم نے یہ دن منا کر اپنے مسلمان ہونے کا ثبوت تو دے دیا، مگر سیکھا تو کیا سیکھا؟

ڈنمارک، ناروے وغیرہ شیطان ممالک کی مذموم حرکات نے پورے عالمِ اسلام کو خوب تڑپایا تھا، ایک مرتبہ پھر وہاں کے اخبارات نے گستاخانہ خاکے شائع کئے ہیں اور ایک اخبار کی ایڈیٹر کتیا بھونک رہی ہے کہ میرا چیلنج ہے کہ اب عالم اسلام میں خاطر خواہ ردِعمل ظاہر نہیں ہوگا۔ یعنی ہم نے اپنی مردود، لگاتار کوششوں سے مسلمانوں کو کچوکے دے دے کر ان کا عادی کر دیا ہے، اب احتجاج ریکارڈ کرانے کی حد تک بھی ردِعمل کا ہمیں سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔ ایسی صورتحال میں اس امت مسلمہ سے اور بالخصوص علماء سے گذارش ہے کہ قوم کا جوش وجذبہ اس وقت اس ماہ میں عروج پر ہے، اس سے فائدہ اٹھائیں اور بھرپور ردِعمل ظاہر کریں۔ جہاں ان نعروں

غلام ہیں غلام ہیں، رسول کے غلام ہیں

اور

غلامیٔ رسول میں موت بھی قبول ہے
جو ہو نہ عشق مصطفےٰ تو زندگی فضول ہے

وغیرہ کو عام کریں وہاں ملک کے حکمرانوں، وزیروں اور مشیروں کی خدمت میں بھی دست بستہ عرض کریں کہ ٹھوس اقدامات کریں اور اس قدر ذلیل حرکات کا ارتکاب کرنے والے ممالک کا اقتصادی وسفارتی بائیکاٹ کریں۔ ان کی مصنوعات پر پابندی لگائیں۔ مگر افسوس انہوں نے تو خود امریکہ کو قبلہ وکعبہ بنا رکھا ہے جو دراصل شیطانوں کا قبلہ وکعبہ ہے، یہ سمجھتے ہیں کہ عزت اس کی ہے اور مقام اس کا ہے جو امریکہ کی نظر میں عزیز ہے حالانکہ وہ تو خود شیطان کی طرح ذلیل ترین ہے۔ قرآن فرماتا ہے

اَیَبْتَغُوْنَ عِنْدَ ھُمُ الْعِزَّۃَ فَاِنَّ الْعِزَّۃَ لِلّٰہِ جَمِیْعاً ○ (النساء:۱۳۹)

ترجمہ: کیا ان (کافروں) کے پاس عزت ڈھونڈتے ہیں، عزت تو ساری اللہ کے لئے ہے۔

عزت تو رب نے ہمیں عطا فرمائی ہے

وَلِلّٰہِ الْعِزَّۃُ وَلِرَسُوْلِہٖ وَ لِلْمُؤمِنِیْنَ وَلٰکِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ ○ (المنافقون:۸)

ترجمہ: اور عزت تو اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں ہی کے لئے ہے مگر منافقوں کو خبر نہیں۔

اگر ہمارے 'عمائدینِ سلطنت' غیروں کی غلامی سے بے نیاز ہو کر اللہ جل مجدہ کے محبوب اکرم ﷺ سے لَو لگاتے تو ان کی اپنی بھی عزت ہوتی اور قوم بھی ذلت سے محفوظ رہتی۔ مگر افسوس ان کو سمجھ نہیں آتی۔

حاکمانِ وقت کو معلوم ہونا چاہئے کہ اگر انہوں نے اپنی روش نہ بدلی تو قوم تو خوار ہوگی ہی، خود ان کا اپنا حال دھوبی کے کتے والا ہوگا اور پھر اس جہاں میں انہیں معافی ملے گی اور نہ اُس جہان میں۔

وما علینا الا البلاغ المبین

اتحاد ملت کی ضرورت و صورت

قسط:34

حضور مفکر اسلام
پروفیسر محمد حسین آسی
علیہ الرحمہ

باغیان دربار رسالت کا طرز عمل: گذشتہ چار قسطوں میں آپ نے عزیز القدر عبدالودود صاحب کا محبت نامہ اور اس کا جواب ملاحظہ فرمایا۔اس سے آپ نے کچھ نہ کچھ اندازہ کرلیا ہوگا کہ باغیان دربار رسالت کی نفسیات کیا ہے اور وہ کس کس طریقے سے اللہ جل مجدہ کے حبیب مکرم ﷺ کی عظمت ورفعت کے خلاف ناپاک سازشوں میں مصروف ہیں اور حضور پرنور ﷺ کی امت کا رشتہ محبت اپنے آقا و مولا علیہ التحیۃ والثناء کی ذات ستودہ صفات سے کاٹنا چاہتے ہیں، وہ کس کس طریقے سے تعظیم حبیب علیہ الصلوۃ والسلام کے آگے بند باندھنے کی ناپاک کوششیں کرتے ہیں اور پھر کن کن ہتھکنڈوں سے کتاب وسنت کی واضح ترین ہدایات وتعلیمات کے خلاف پاکان امت کی عقیدت ومحبت کے چراغ بجھانا چاہتے ہیں۔وہ قرآن پاک کا مطالعہ کرتے ہیں تو حصول ثواب کے لئے نہیں بلکہ اس سے ایسے شیطانی مطالب وفوائد اخذ کرنے کے لئے، جن کا قرآن سے کوئی تعلق نہیں ہوتا اور حدیث کا مطالعہ کرتے ہیں تو بعض دفعہ حسب ضرورت ان میں ترمیم کرنے کے لئے۔تابعین، تبع تابعین، فقہاو مجتہدین بلکہ مفسرین ومحدثین تک کی عبارات کو بدلنا ان کے بائیں ہاتھ کا کام ہے۔احادیث مقدسہ میں بلکہ عام تحریروں میں ایک حرف کے آگے پیچھے یا اسے محو کرنے سے بعض دفعہ معانی میں فرق ہی نہیں پڑتا بلکہ محبوب کریم علیہ الصلوۃ والسلام کے منشا کے برعکس ہوجاتے ہیں، مگر انھیں اس سے کوئی غرض نہیں۔نہیں، بلکہ ضرور غرض ہے اور یہی غرض ہے کہ جان بوجھ کر معانی تبدیل کر کے اپنا مطلب نکالا جاسکے۔اور جیسا کہ عبدالودود صاحب کے خط سے ظاہر ہے اپنی طرف سے حدیث گھڑنا بھی ان کے نزدیک جرم نہیں ہے۔پھر یہ بات صرف زبانی حد تک نہیں بلکہ تحریر میں بھی بعض دفعہ بخاری شریف تک کا حوالہ دے دیں گے اور ان کے دیئے ہوئے حوالے کا بخاری شریف میں نام و نشان تک نہیں ہوتا۔کتنی دلیری ہے، ایک دو مثالیں ملاحظہ ہوں،

صادق یا کاذب: ا۔غیر مقلدین کے مشہور عالم ومصنف حکیم محمد صادق سیالکوٹی نے 'صلوۃ الرسول' ص ۱۸۸ پر 'رکوع کی دعائیں' کے زیر عنوان چوتھی دعا یہ درج کی ہے

سبحان ذی الجبروت و الملکوت و الکبریآء والعظمۃ (بخاری ومسلم)

اور حوالہ بخاری ومسلم کا دیا ہے حالانکہ دونوں کتابیں اس کے ذکر سے خالی ہیں

۲۔اسی کتاب کے صفحہ ۱۳۲ پر 'تکبیر کے طاق کلمات' کا عنوان دے کر اذان کے کلمات ذکر کئے ہیں اور حوالہ بخاری ومسلم کا دیا ہے جو بالکل بے بنیاد ہے

۳۔اسی میں اس سے پہلے ص ۱۳۱ پر 'اذان کے جفت کلمات' دے کر بخاری ومسلم کا جو حوالہ دیا گیا ہے وہ بھی ان دونوں مقدس کتابوں میں نہیں۔

۴۔اسی صلوۃ الرسول کے ص ۱۳۴ پر 'اذان کا طریقہ اور مسائل' کے زیر عنوان لکھا ہے حی علی الصلوہ کہتے وقت دائیں طرف مڑیں اور حی علی

الفلاح کہتے وقت بائیں طرف مڑیں ولا یستدبر اور گھومیں نہیں یعنی دائیں اور بائیں طرف گردن موڑیں، گھوم نہیں جانا چاہئے (بخاری و مسلم)
مگر افسوس یہ بھی جھوٹ ہے کیونکہ دونوں حوالے ناپید ہیں۔

انصاف فرمائیے، یہ صرف ایک کتاب 'صلوۃ الرسول' مصنفہ حکیم محمد صادق سیالکوٹی پر محض سرسری نظر سے ان کی ہاتھ کی صفائی کے اتنے ثبوت ملے ہیں اور اگر بنظر غور سے دیکھا جائے تو شاید اور کتنے 'کرشمے' نظر آئیں۔ پھر یہ کوئی عام دیہاتی کم علم غیر مستند وہابی نہیں بلکہ چوٹی کا عالم و محقق و مصنف ہے۔ پھر اس کا نام 'صادق' ہے گویا جس جماعت میں علما و محققین کا یہ حال ہو، عام خطیب و واعظ کا کیا عالم ہوگا اور جس مذہب کا 'صادق' ایسا ہو، اس کے دوسرے افراد کیا کچھ نہیں ہوں گے۔ پھر ڈھٹائی کا یہ عالم ہے کہ جس ایڈیشن سے میں نے اوپر کے حوالے دیئے ہیں۔ اس کا تعارف کتاب کے آغاز میں یوں کرایا گیا ہے۔

'کتاب ہذا کا یہ ایڈیشن بڑی چھان بین، تحقیق اور حک و اضافہ کے ساتھ شائع کیا گیا ہے۔ جو صحت استدلال اور دیگر خوبیوں کے لحاظ سے ہر طرح تکمیل بردوش ہے۔ اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو اس پر عمل کرنے کی توفیق دے، آمین (محمد صادق)

خیال فرماتے جائیے، کتاب کی صداقت کے بارے میں نام کے صادق نے کیا کیا یقین دلایا ہے۔ اور اسے گویا 'لا ریب فیہ' کے مقام پر کھڑا کرنے کی کوشش کی ہے' اس کے باوجود اندر کیا ہے۔ کچھ نہ کچھ اندازہ آپ نے کرلیا ہوگا' پھر مزید دلیری دیکھیں، اس کا انتساب کسی دوست' کسی استاد، کسی محدث کے نام نہیں، خاص اللہ تعالیٰ کے نام کیا ہے، ذرا اس کی عبارت پر غور کریں

انتساب

تحیات' صلوات' طیبات کے تنہا سزاوار سار، سبوح و قدوس معبو ذلازوال مسجود! میں اس کتاب

صلوۃ الرسول

کو تیری عظمت و ملکوت کی نذر کرتا ہوں۔ اپنے فضل سے اسے شرف قبول بخش اور مسلمانوں کو اس پر عمل کرنے کی سعادت سے بہرہ ور فرما! آمین (عبدہ محمد صادق)

اے محبوب خدا امام الانبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے بھولے بھالے غلامو! کیا تمہیں یہ جرات ہوسکتی ہے کہ کتاب میں غلط' جھوٹے اور بے بنیاد حوالے دیئے جائیں اور پھر اسے جل جلالہ کی نذر کیا جائے۔ کیا اللہ، اس قسم کی نذر قبول فرمالیا کرتا ہے۔ وہ تو جھوٹوں پر لعنت بھیجتا ہے

پھر قوم کی بدقسمتی دیکھئے روزنامہ 'ڈان' کراچی، روزنامہ 'انقلاب' لاہور ہفت روزہ 'آفاق' لاہور ماہنامہ 'صحیفہ' کراچی، روزنامہ 'احسان' لاہور' روزنامہ 'زمیندار' لاہور' روزنامہ نوائے پاکستان' لاہور، ماہنامہ 'الحمرا' لاہور' ہفت روزہ 'الاعتصام' لاہور' ہفت روزہ 'نوائے ملت' مردان، پندرہ روزہ 'نور' لکھنو، ماہنامہ 'فاران' کراچی' روزنامہ 'نوائے وقت' لاہور، ماہنامہ ترجمان دہلی کے تبصرہ نگاروں نے جس جس طرح سے زمین و آسمان کے قلابے ملائے ہیں، کیا کہا جائے۔ مگر پھر بھی ان پر زیادہ افسوس نہیں۔ دکھ تو اس وقت ہوتا ہے جب بڑے بڑے وہابی علماء بھی دل کھول کر 'صادق' کی ہمنوائی کرتے ہیں اور اسے 'پاس' کر کے خود 'فیل' ہوجاتے ہیں۔ ان 'بزرگ' وہابیوں کی رائے عالی کے ایک ایک دو دو جملے ملاحظہ فرماتے جائیے۔

مولانا محمد داؤد صاحب غزنوی فرماتے ہیں' اردو زبان میں نماز کے جملہ مسائل جس تفصیل کے ساتھ بیان کئے ہیں، میری نظر میں ایسی کوئی کتاب اس سے پہلے نہیں گزری، سب سے بڑی خوبی اس کتاب کو دیکھنے سے یہ معلوم ہوتی ہے کہ مسائل کا ذکر کرتے ہوئے اس کا استشہاد احادیث سے کرتے ہیں۔

حضرت مولانا محمد اسمٰعیل صاحب محدث ارشاد فرماتے ہیں' اس قسم کی کتاب جس میں نماز کے مسائل سنن صحیحہ کے مطابق ہوں' دیر سے اس

کی ضرورت محسوس ہورہی تھی۔شکر ہے آپ نے اسے پورا فرمایا (خیال رکھنا کہیں 'ضرورت پوری فرمانا' شرک تو نہیں)۔

حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب ثانی امرتسری ارشاد فرماتے ہیں 'کتاب اپنی طرز کی عمدہ تصنیف ہے اور حقیقت میں جملہ مسلمانوں کی عموماً اور اہل حدیث کی بالخصوص بڑی ضرورت کو پورا کردیا ہے (گویا حاجت روا مان کر پھر شرک)

حضرت مولانا نور حسین صاحب گرجاکھی ارشاد فرماتے ہیں۔پیشتر کئی نمازیں نظر سے گزریں، اس قدر جامع، مکمل اور مدلل دیکھنے میں نہیں آئی۔

'مناظر اسلام' حضرت مولانا احمد دین صاحب گکھڑوی ارشاد فرماتے ہیں۔کتاب کو نہایت مستند اور مدلل پایا

حضرت مولانا محمد صاحب گوندلوی ارشاد فرماتے ہیں' 'آپ نے عاشقان رسول کے لئے نماز اسوہ رسول کے مطابق پیش فرمائی ہے اور ہر جزئی کے متعلق صحیح رہنمائی کرنے کی کوشش فرمائی ہے۔

دیکھا آپ نے 'ایں خانہ ہمہ آفتاب است'۔اب ان غلط حوالوں کی ذمہ داری ایک 'صادق' پر نہیں بلکہ تمام نام نہاد اہل حدیث کے ان سب صادقین پر پڑتی ہے۔

علماء کون؟ خیال فرمایئے جب 'اہل حدیث' کہلانے والوں کے محققین کا یہ طرز عمل ہے اور وہ خوف خدا سے ایسے 'پاک' [1] ہیں تو عام غیر مقلد کا کیا حال ہوگا۔حالانکہ قرآن پاک کی رو سے 'علما' کی خصوصی پہچان 'خوف خدا' ہی ہے (جیسا کہ گذشتہ قسط میں گزرا) سو جن میں خوف خدا نہیں ہوتا وہ عالم نہیں ہوتے۔حضور پرنور ﷺ کا یہ ارشاد ہدایت بنیاد سامنے رکھئے اور ایسے جھوٹوں کے بارے میں خود فیصلہ فرمایئے۔

حضرت صفوان بن سلیم بیان کرتے ہیں

قیل لرسول الله صلے الله علیه وسلم ایکون المومن جبانا قال نعم فقیل له ایکون المومن بخیلا قال نعم فقیل له ایکون المومن کذابا قال لا (رواہ، مالک)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کی گئی کیا مومن بزدل ہوسکتا ہے؟

فرمایا 'ہاں' عرض کی گئی' کیا مومن بخیل ہوسکتا ہے؟ فرمایا 'ہاں' عرض کی گئی' کیا مومن کذاب ہوسکتا ہے؟ فرمایا نہیں۔

مرد مومن کا دنیوی معاملات میں جھوٹ بولنا بھی گناہ ہے اور اس کے کاذب ہونے کی دلیل ہے۔(پھر جو شخص اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے بارے میں جھوٹ بولتا ہے اور من گھڑت معانی اللہ کی کتاب کے حوالے سے پیش کرتا ہے یا اپنی بات کو خود حضور پرنور ﷺ کے ارشاد عالی کے طور پر تحریر کرتا ہے یا زبانی بیان کرتا ہے، اس کے کذاب (یعنی بہت بڑا جھوٹا) ہونے کی دلیل نہیں تو کیا ہے۔

جہاں کتاب وسنت میں علما کی فضیلت واہمیت بیان کی گئی ہے، وہیں ان کی پہچان کا مسئلہ بھی حل ہوجاتا ہے مثلاً یہ حدیث پاک بہت مشہور ہے

ان العلماء ورثة الانبیاء و ان الا نبیاء لم یورثوا دینا را ولا در هما و انما ورثوا العلم (احمد، ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ، دارمی)

ترجمہ: بیشک علماء انبیاء کے وارث ہیں۔درحقیقت انبیاء نے سونا چاندی ترکے میں نہیں چھوڑا بلکہ ان کا ترکہ علم ہے

اب فرمایئے کیا جھوٹ بولنے والا عالم بھی انبیاء علیہم السلام کا وارث ہوسکتا ہے۔اور پھر وہ جو کذاب ہو اس کا وارث انبیاء علیہم السلام ہونا کیونکر ممکن ہے۔اسے تو شیطان کا وارث سمجھنا چاہئے کیونکہ وہ اپنے انداز کا بہت بڑا 'عالم' بھی ہے اور دنیا کا سب سے بڑا جھوٹا بھی۔

جہاں تک انبیاء کرام علیہم السلام کا تعلق ہے۔ان کا تو سب سے بڑا وصف ہی صداقت ہے۔کیا آپ نہیں جانتے حضور خاتم الانبیا علیہم الصلوۃ والسلام کو بعثت سے پہلے بھی سب اپنے پرائے 'الصادق' اور 'الامین' کہا کرتے تھے اور 'الصادق' سے ان کی مراد یہ تھی کہ حضور پرنور ﷺ کی زبان مبارک پر جھوٹ آ ہی نہیں سکتا۔

اور جو عالم یا مولوی کے لبادے میں آئے اور جھوٹ بولے اس کی سزا کیا ہوگی سنئے ارشاد نبوی علی صاحبہ الصلوۃ والسلام

۱۔ یہاں 'پاک' کا مفہوم سمجھنے کیلئے اس شعر کو سامنے رکھئے

رونے سے اور عشق میں بیباک ہو گئے　　　دھوئے گئے ہم ایسے کہ بس 'پاک' ہو گئے

اتقوا الحدیث عنی الا ما علمتم فمن کذب علی متعمدا فلیتبوا مقعدہ من النا ر (ترمذی)

ترجمہ: میری حدیث کو بیان کرنے میں احتیاط کرو اور وہی بیان کرو جس کا تمہیں (یقینی) علم ہو کیونکہ جان بوجھ کر کسی حدیث کو مجھ سے غلط منسوب کرنے والا اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے

ایک اور حدیث پاک

من سئل عن علم علمہ ثم کتمہ الجم یو م القیمة بلجام من نار (احمد، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ)

ترجمہ: جس سے علمی بات پوچھی گئی جسے وہ جانتا ہے، پھر اسے چھپائے تو قیامت کے دن اسے آگ کی لگام دی جائے گی۔

فرمایئے پوچھنے پر دیدہ دانستہ علم کی بات چھپانا زیادہ جرم ہے یا اپنے شوق سے کتاب لکھ کر غلط حوالے پیش کرنا زیادہ جرم ہے۔

اور سنئے (پھر اس کی روشنی میں فیصلہ کیجئے کہ دور حاضر کے کون لوگ ہیں جو اس 'وعید' کی زد میں آتے ہیں)

من طلب العلم لیجا ری بہ العلماء او لیما ری بہ السفھآء او یصر ف بہ وجوہ الناس الیہ ادخلہ النار (ترمذی، ابن ماجہ)

ترجمہ: جو شخص اس لئے علم حاصل کرتا ہے کہ اس کی وجہ سے علماء پر فخر کرے یا ان پڑھوں سے جھگڑا کرے یا اس کا یہ مقصد ہو کہ لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرے تو اللہ تعالیٰ اسے دوزخ میں ڈالے گا۔

اب علمائے حق کے فرائض منصبی ملاحظہ فرمایئے

یحمل ھذا العلم من کل خلف عد ولہ ینفون عنہ تحریف الغالین و انتحال المبطلین و تا ویل الجا ھلین (مشکوۃ بحوالہ بیہقی)

ترجمہ: اس علم کو ہر پچھلی جماعت میں سے پرہیزگار لوگ اٹھاتے رہیں گے جو غلو کرنے والوں کی تبدیلیوں اور جھوٹوں کی دروغ بیانیوں اور جاہلوں کے ہیر پھیر کو اس سے دور کرتے رہیں گے۔

معلوم ہوا کہ علما کی دو قسمیں ہیں' ۱۔علمائے حق' ۲۔علماء سو (برے علماء)

جہاں علماء سو (برے علما) حرص و ہوس کا شکار ہو کر' طلب دنیا و طلب شہرت میں غرق ہو کر محض اپنی علمی برتری ثابت کرنے کے شوق میں کتاب و سنت کی تعلیمات کو بدلنے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں وہیں دوسری قسم کے علما یعنی فرض شناس علماء حق ان کے جھوٹ کا پول کھولتے ہیں اور ان کی ناپاک سازشوں کو ناکام کر دیتے ہیں۔ان دونوں گروہوں کا نگاہ نبوت میں مقام کیا ہے۔حدیث پاک سنئے

الا ان شر الشر شرا ر العلماء و ان خیر الخیر خیار العلما (مشکوۃ، دارمی)

ترجمہ: خبردار بروں میں سب سے برے، برے علماء ہیں اور اچھوں میں سب سے اچھے، اچھے علما ہیں۔

سوچئے موجودہ دور میں جب 'علما' کی ایک اچھی خاصی جماعت حضور پرنور ﷺ کی تعلیمات بدلنے پر تلی ہوئی ہو تو علماء حق کا فرض کیا بنتا

ہے، خاموش رہنایاان چوروں کی نشاندہی کرنا ایسے موقعے پر علماء حق بھی خاموش رہیں تو کیا وہ 'علمائے حق' کہلانے کے مستحق ہیں اور پھر یہ بھی سوچئے دین کی حفاظت کون کرے گا۔ ان علمائے حق کا کلمہ حق بلند کرنا فتنہ وفساد برپا کرنے کے لئے نہیں بلکہ فتنہ وفساد مٹانے کے لئے ہو، زمانہ انھیں مفسد و فتنہ پرداز کہے یا کچھ اور، اہل حق کو قطعاً پروانہیں کرنا چاہئے۔

'ظاہر بین' لوگ اگر جان بوجھ کر حقیقت حال نہ سمجھنا چاہیں اور اہل حق کو فرقہ واریت کا مجرم ٹھہرائیں تو بھی انھیں پروانہیں کرنا چاہئے بلکہ عالم حق ہونے کی حیثیت سے جو فرض بارگاہ نبوت علیٰ صاحبہا الصلوۃ والسلام سے ان کے ذمہ لگا ہے، اسے پورا کرنا چاہئے۔ قرآن پاک نے اللہ کے خالص ومخلص بندوں کی تعریف یوں بھی فرمائی ہے

یا یھا الذین امنوا من یر تد منکم عن دینہ فسو ف یا تی اللہ بقوم یحبھم و یحبونہ اذلۃ علی المو منین اعزۃ علی الکفرین یجا ھدون فی سبیل اللہ ولا یخا فون لو مۃ لائِم ذلک فضل اللہ یو تیہ من یشاء واللہ واسع علیمo (المائدہ۔۵۴)

ترجمہ: اے ایمان والوتم میں جو کوئی اپنے دین سے پھرے گا تو عنقریب اللہ ایسے لوگ لائے گا کہ وہ اللہ کے پیارے اللہ ان کا پیارا' مسلمانوں پر نرم اور کافروں پر سخت اللہ کی راہ میں لڑیں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا اندیشہ نہ کریں گے۔ یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے، اور اللہ وسعت والا علم والا ہے۔

الحمدللہ! 'الحقیقہ' کا اجرا اسی مقصد کے لئے ہوا ہے اور خدائے کریم ورسول کریم (علیہ الصلوۃ والتسلیم) کا بار بار شکر ہے کہ ہمیں کچھ نہ کچھ یہ توفیق ملی

یارب تو کریمی ورسول تو کریم ﷺ　　　صد شکر کہ ہستیم میان دو کریم

سامری کے بچھڑے: ہمارے دور میں خصوصاً یہ مرض عام ہے کہ نام نہاد علماء و محققین پہلے مختلف طور طریقوں سے بھرپور کوشش کرتے ہیں کہ لوگ ان کی محبت میں اس حد تک رنگے جائیں کہ انھیں عملاً معصوم اور ان کی بات کو معاذ اللہ وحی الٰہی کی طرح سمجھیں اور جب 'سامری کے یہ بچھڑے' ماننے والوں کے دل ودماغ میں اتر جائیں تو پھر جو چاہیں ان سے منوائیں۔ چنانچہ آخر کار اس قسم کے لوگ چھپ چھپا کر ہی نہیں، کھلم کھلا جھوٹ بولیں تو بھی ماننے والوں کے ماتھے پر بل نہیں آتا اور ان کی عقیدت میں ذرہ بھر فرق نہیں پڑتا بلاشبہ محبت کی یہی تعریف ہے۔ معلم اعظم ﷺ فرماتے ہیں:

حبک الشیی ء یعمی و یصم (ابوداؤد)

ترجمہ: تمھارا کسی چیز سے محبت کرنا تمھیں اندھا بہرہ کر دیتا ہے (یعنی نہ تم اس کے عیب دیکھ سکو گے نہ سن سکو گے)

مثلاً مودودی صاحب اپنی جماعت اسلامی کے ہر فرد کے دل پر اس طرح غالب ہیں کہ وہ مودودی کے کہنے پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو معاذ اللہ معاذ اللہ نفس شریر کا بندہ (معاذ اللہ) خائن اور معاذ اللہ فتنہ گر سمجھ سکتا ہے۔ مگر خود مودودی کو خائن، نفس شریر کا بندہ اور فتنہ گر سمجھنے کے لئے قطعاً تیار نہیں۔

بلکہ مودودی نے انبیاء معصومین علیہم السلام کے خلاف جو ہرزہ سرائی کی ہے، مودودی پرست اسے 'حق' سمجھتا ہے...... کتنے تعجب کی بات ہے کہ معصوم کو غیر معصوم اور غیر معصوم کو معصوم سمجھا جائے مگر دور حاضر کی منافقت اس حد تک منہ زور ہے، اسے اس سے کوئی عار نہیں۔ یہی حال دیوبندی علما بلکہ دور حاضر کے 'عظیم' سکالر طاہر القادری کے ماننے والوں کا ہے۔ ایک جاہل پیر کے جاہل مرید اس قسم کے داؤ فریب میں آجائیں تو کیا تعجب، افسوس تو اس بات پر ہے پڑھے لکھے پڑھ لکھ کر پڑھے لکھوں کا بیڑا غرق کر رہے ہیں۔ سچ فرمایا تھا ہادی برحق ﷺ نے

ان اخو ف ما اخاف علی امتی کل منا فق علیم اللسان (طبرانی کبیر، منداحمد)

ترجمہ: مجھے اپنی امت پر سب سے زیادہ اندیشہ ہر اس شخص کا ہے جو دل کا منافق اور زبان کا مولوی ہو۔

موجودہ حالات کو سامنے رکھئے اور کائنات کے سب سے بڑے صادق ومصدوق ﷺ کے صدق کا جلوہ اپنی آنکھوں سے دیکھئے۔ آپ کو ماننا ہوگا واقعی ان پڑھ 'منافقوں' نے ملت کو وہ نقصان نہیں پہنچایا جو پڑھے لکھے 'علم وفضل سے آراستہ منافقوں نے پہنچایا ہے۔ انھوں نے صوفیہ' کاملین سے، مجددین ومجتہدین سے، صحابہ کرام اور اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم سے بلکہ عملاً عظمت نبوت سے بھی ملت کو برگشتہ کر کے اپنا حلقہ بگوش بنانا چاہا اور بہت سے بدقسمتوں نے بڑے ذوق وشوق سے ان کے طوق غلامی کو اپنے گلے میں ڈال لیا۔

پھر وہی کتاب 'صادق': یہ تو ایک جملہ معترضہ تھا جو خاصہ طویل ہوگیا۔ پھر 'حضرت مولانا حکیم محمد صادق' کی صلوٰۃ الرسول کی طرف آیئے۔ نہایت سرسری نظر سے، جیسا کہ اوپر گزرا، یہ چند حوالے مثال کے طور پر منظر عام پر لائے گئے ہیں۔ ایسی کتاب جس کی سب سے بڑی خصوصیت بقول داؤد غزنوی یہ ہے کہ احادیث سے استشہاد کیا گیا ہے اسی میں احادیث ہی کے غلط حوالے ہوں تو کتنے تعجب اور دلیری کی بات ہے۔ جھوٹا وہ نہیں ہوتا جو ہر موقع پر اور ہر بات میں جھوٹ ہی بولے بلکہ کبھی سچ اور کبھی جھوٹ بولنے والا بھی جھوٹا ہوتا ہے بلکہ حقیقت یہ ہے جھوٹا ہمیشہ جھوٹ بول ہی نہیں سکتا، کبھی اسے بھی سچ بولنا پڑتا ہے، ہاں سچا وہ ہے جو کبھی جھوٹ نہ بولے۔ یوں سمجھئے سچ کو یہ شرف حاصل ہے کہ کبھی کبھی ہی سہی بڑے سے بڑے جھوٹے کی زبان پر بھی آجاتا ہے، البتہ جھوٹ کو یہ شرف حاصل نہیں ہے کہ کبھی سچے کی زبان پر بھی سکے۔

اب اس روشنی میں فیصلہ کیجئے، ایک 'مولوی' نہیں۔ کتنے ہی 'مولوی صاحبان' ایک جھوٹے ہی کی ہاں میں ہاں ملائیں اور جان بوجھ کر اس کے جھوٹ پر پردہ ڈالیں بلکہ تصدیق وتحسین کریں، کیا یہ سب جھوٹ نہ ہوئے اور جس مذہب کے علمبردار اس 'تھوک' سے جھوٹ بولیں، اس مذہب کی کیا حیثیت ہوگی۔ پھر وہ کتاب جس میں حدیث پاک کے غلط حوالے ہوں اس کا نام 'صلوٰۃ الرسول' رکھنا کیا بارگاہ رسالت کی شدید ترین بے ادبی نہیں۔

یاد رکھیں حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہما جیسے بزرگوں میں جو علمی اختلاف تھے، وہ غلط اور جھوٹے حوالوں کی بنا پر نہیں تھے بلکہ سب نے 'سچ' کا التزام کیا، ہاں نہایت ہی فروعی مسائل میں کہیں کہیں اپنی اپنی تحقیق کے مطابق کچھ نہ کچھ اختلاف ہوگیا۔ اور یہی وہ اختلاف ہے جسے امت کے حق میں رحمت فرمایا گیا ہے کہ امت کے لئے گویا گنجائش پیدا کر دی گئی۔ (کہ جس 'سچے' کی چاہیں تقلید کر لیں) دور حاضر کے اختلافات کرنے والوں نے اختلاف کرتے ہوئے دیانتداری کے تقاضوں کو بھی ملحوظ نہیں رکھا اور جھوٹ پر مبنی تحقیقات کی اور قوم کو ائمہ مجتہدین رضی اللہ عنہم کی 'تقلید' سے محروم کر کے 'اپنی تقلید' پر آمادہ کرنے کی سعی ناپاک کی۔ ظاہر ہے 'سچوں' کو چھوڑ کر 'جھوٹوں' کے راستے پر چلنا ہوگا۔ حقیقت یہی ہے کہ فقہاء ومجتہدین کی پیروی فرقہ بندی کی علامت نہیں بلکہ ان سے منہ پھیر کر اپنے اپنے راستے تراشنا فرقہ بندی ہے، اور انگریز یہی چاہتے تھے۔ شاید یہ روایت پہلے بھی آچکی ہے بہر حال پھر دیکھ لیں۔

> یہ حقیقت کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہے کہ جب انگریزوں نے ہندوستان میں اپنی سلطنت کا سنگ بنیاد رکھا تو انہیں سب سے بڑا خطرہ مسلمانوں سے تھا۔ انہیں ہر وقت یہ فکر دامن گیر رہتی تھی کہ جب تک قوم مسلم کا ایمان واسلام باقی اور ان کی اجتماعی قوت برقرار ہے، اس وقت تک ہندوستان میں انگریزی حکومت کے قدم نہیں جم سکتے۔ لہٰذا انہوں نے مسلمانان ہند کو ان کے ایمان وعقائد سے دور کرنے اور ان کی اجتماعی قوت کو پاش پاش کر دینے کو انتہائی ضرور سمجھا۔ پھر اس اسلام دشمن سکیم کے تحت انگریزوں نے بعض ''کرائے کے مولویوں'' کو اس کام پر مامور کیا تاکہ وہ مسلمانوں کو قرآنی آیتیں اور حدیثیں سنا کر ان کے پختہ دینی عقائد کو متزلزل اور اسلامی خیالات کو تبدیل کریں۔ یہ صرف قیاس آرائی نہیں بلکہ وہ تلخ حقیقت ہے جس کا ثبوت حسب ذیل عبارت سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔
>
> محترم مسلمانو! مولانا سید اشرف علی صاحب گلشن آبادی کا تعلق ہندوستان کے شہر ناسک مہاراشٹر سے ہے۔ انہوں

نے تقریباً ڈیڑھ سوسال پہلے ایک کتاب تحریر فرمائی تھی جس میں مولانا موصوف نے زرخرید مولویوں کے مکروفریب کو بے نقاب کیا ہے۔اس کتاب میں موصوف نے انگریزوں کی ایک نہایت سنگین خطرناک سازش کا انکشاف فرمایا ہے وہ اپنی اس کتاب میں ایک مولوی کا واقعہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

''ایک معتبر عالم دین ساکن اکبرآبادی فرماتے ہیں کہ جب میں دہلی سے کچھ علم عربی تحصیل کرکے کلکتہ میں گیا اور وہاں بھی کچھ حدیث وتفسیر کا فائدہ علماء دین سے حاصل کیا۔تب ایک انگریز پادری صاحب نے جو بہت عربی،فارسی میں قابل ہیں اور بہت سے لکھنوی مولوی ان کے نوکر ہیں۔ مجھے بلایا اور پچاس روپیہ میرا ماہوار کرکے ایک مہینے پیشگی دیا اور کہا''جس شہر میں تمہاری طبیعت چاہے رہو اور ہندی ترجمہ حدیث وتفسیر کا لوگوں کو پڑھایا کرو اور ایسا مشہور کرو کہ محدثوں کا مذہب حق ہے اور میں اس کا تابعدار ہوں۔مگر ہرگز علم صرف ونحو اور فقہ عقائد وکلام وغیرہ مت پڑھانا اور یہ پچاس روپیہ تم کو ہمیشہ ماہوار ملا کرے گا اور تمہاری نیک خدمتی اور محنت کے موافق زیادہ ماہوار ہوجائے گا اور چند قاعدے کل فلانے مولوی کے ساتھ ہم تم کو بھیج دیں گے''تب دوسرے دن فلانے مولوی میرے گھر آئے اور مجھ سے کہنے لگے تم بھی ہمارے انگریزی پادری کے نوکر ہوگئے؟الحمدللہ بہت اچھا ہوا۔قریباً چالیس اچھے نامور مولوی اطراف ہندوستان اور عربستان وغیرہ میں ان کے مخفی (چھپے ہوئے) نوکر ہیں اور کئی عربستان میں جا پہنچے ہیں اور دس پندرہ روپیہ ماہوار سے پچاس روپیہ تک ہر ایک کی تنخواہ مقرر ہے۔ جہاں رہیں ماہ بہ ماہ ان کو ملتی ہے اور بڑا فائدہ یہ ہے کہ ہمیشہ نئی باتیں اور ضعیف حدیثیں اور روایتیں لوگوں میں ظاہر کرنا اور اپنے شاگردوں کو سکھانا تاکہ چاروں مذہبوں،مذہب حنفی،شافعی،مالکی اور حنبلی سے منہ موڑیں اور مسلمانوں کا اجماع واتفاق دینی بالکل ٹوٹ جاوے۔اور انبیاء واولیاء سے بداعتقاد ہوجاویں اور ان کی نیاز و فاتحہ چھوڑ دیویں''میں نے کہا استغفراللہ یہ شیطانی کام مجھ سے نہ ہوگا''

انگریز کے نوکر مولوی نے کہا''بیس برس سے پادری صاحب یہاں آئے ہیں۔ میں تب سے ان کا نوکر ہوں۔ ہزاروں روپے دے کر انہوں نے ترجمہ کی کتابیں چھپوائیں اور ان کے طفیل سے بہت بے علم مولوی قابل بن گئے ہیں۔اب دل سے مسلمان محمدی (وہابی اہلحدیث) ہیں اور بدعتی لوگوں (یعنی سنی مسلمانوں) کے بڑے دشمن ہیں۔تفسیر حدیث کا علم میں نے ان کو پڑھایا ہے تم بے فکر ہوکر یہ پچاس روپیہ ماہوار قبول کرلو اور تم اپنے وطن میں،خواہ اور کسی شہر میں جا رہو۔ساری عمر فراغت سے گزارو مگر کتنے آدمی تمہاری طرف پھرے اور تمہارے مرید وشاگرد بنے اس کی رپورٹ ہر برس لکھ کر بھیجا کرو۔اچھے اچھے نامی گرامی مولوی پادری صاحب کا ماہوار کھاتے ہیں اور اکثر ہندوستان اور عربستان کے نامی شہروں میں موجود ہیں اور یہ ان کے ناموں کی فہرست ہے۔''

میں نے فہرست کو دیکھا تو اچھے اچھے نامور خاندانی مولوی خود کو سید احمد صاحب کا جھوٹا خلیفہ مشہور کرکے مسلمانوں کو گمراہ کرتے ہیں اور اپنا مرید شاگرد بناتے ہیں۔ بیشتر رافضی اور خارجی لوگ ماہوار کی طمع سے نائب دجال کا پیشہ اختیار کئے ہوئے ہیں۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے اس وقت ہدایت دی اور کہا''اگر پادری صاحب ہزار روپیہ بھی ماہوار دیں گے تو یہ کفر اور ایسی نوکری مجھ سے نہ ہوسکے گی''۔اگرچہ اس وقت میرا دل بہت نرم ہوگیا تھا کہ''بے محنت پچاس روپیہ ماہوار ملتے ہیں،قبول کرلوں مگر اللہ نے مجھے بچایا''۔(منزل کی تلاش)

خوف اور ادب: شاید کسی کو یہ وہم ہو کہ دور حاضر کے ان علماء ومحققین کی یہ ہیرا پھیری صرف فقہی مسائل تک محدود ہو،عقائد میں ایسی جرات کیونکر

کرتے ہوں گے۔ بات یہ نہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ جھوٹا جھوٹ بولنے پرآتا ہے تو موقع بے موقع بولتا ہی رہتا ہے۔ایک اللہ کا خوف ہے جو کسی کو ارتکاب جرم سے روکتا ہے، جب وہی نہ رہے تو جھوٹ سے بچنے کی کوئی صورت رہتی ہی نہیں ہے۔اور یاد رہے اللہ کا خوف حضور پرنور ﷺ کے ادب سے پیدا ہوتا ہے۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ اللہ کا خوف ہو اور حضور پرنور ﷺ کا ادب نہ ہو، یونہی حضور ﷺ کا ادب ہو اور اللہ کا خوف نہ ہو۔ یہ دونوں لازم وملزوم ہیں، حق یہ ہے اللہ کا خوف آزمانے کا طریقہ ہی قرآن پاک کی روسے ادب رسول ﷺ کے حوالے سے ہے۔ دیکھئے سورۃ الحجرات

ان الذین یغضون اصوا تھم عند رسول اللہ اولئک الذین امتحن اللہ قلوبھم للتقوی لھم مغفرہ و اجر عظیم o (الحجرات۔۳)

ترجمہ: بیشک وہ جو اپنی آوازیں پست کرتے ہیں رسول اللہ کے پاس' وہ ہیں جن کا دل اللہ نے پرہیزگاری کیلئے پرکھ لیا ہے، ان کیلئے بخشش اور بڑا ثواب ہے،

سو وہ لوگ جنھوں نے نماز روزے کے مسائل میں سچے جھوٹے حوالے دے کر قوم کو بہکانے اور یوں پاکان امت سے امت کا اعتماد اٹھانے کی کوشش کی ہے، ان کا اصل ہدف آئمہ و مجتہدین بھی نہیں بلکہ عظمت رسالت ﷺ ہے۔اس سلسلے میں ان کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ تو قرآن پاک ہے مگر اس میں وہ لفظی تبدیلی کرنے سے قاصر و عاجز ہیں سو اس کے معانی و تفاسیر میں من مانی تحریف کرکے اپنی مراد حاصل کرنا چاہتے ہیں پھر اس سلسلے میں چودہ صدی تک کے عظیم صوفیہ اور علماء فقہا بھی سدّ راہ ہیں۔ علماء سو کا منشا یہ ہے کہ ان تمام امت کو پاکان امت سے برگشتہ کرکے ایک نیا 'اسلام' تصنیف کریں۔ جس میں نبی ﷺ کی تعظیم بھائی یا زیادہ سے زیادہ بڑے بھائی اور گاؤں کے چودھری جتنی ہو۔ اوپر 'صلوۃ الرسول' کے غلط حوالوں کا ذکر کرکے یہ بتایا گیا تھا۔ کہ یہ 'صادق' کی صرف ایک تصنیف اور وہ بھی سرسری نظر سے دیکھ کر' سب نہیں صرف مسلم و بخاری کے حوالوں تک بحث کی ہے، اگر سب حوالوں کو مدنظر رکھا جائے تو شاید اور کتنے گل کھلیں۔ پھر باقی اس کی تصانیف اور پھر تصدیق کرنے والے علماء کی کتابیں دیکھی جائیں تو غلط حوالوں سے ایک اچھی خاصی کتاب تیار ہوسکتی ہے۔

ہاں ہاں تحقیق کر لیجئے، جھوٹ بولنے میں ان کے ہاں ایک سے ایک بڑھ کر نظر آئے گا۔ حتیٰ کہ جناب ثناء اللہ امرتسری جیسے ثقہ نظر آنے والے حضرات بھی کسی سے پیچھے نہیں۔ خدا کے لئے سوچئے جن کے ہاں 'جھوٹ' ہی سب سے بڑا سہارا ہو، ان کے عقائد میں کتنا سچ ہوگا۔ چنانچہ انھوں نے دل کھول کر اس 'فن' کا استعمال کیا خصوصاً حضور پرنور ﷺ کے فضائل و کمالات کا انکار کرنے اور کرانے میں اپنی فنی، مہارت کی خوب داد دی۔

دشمنوں اور اپنوں کا رویہ: اسلام دشمنوں کو سب سے بڑا خطرہ اس امت کی بیداری سے ہے اور اس بیداری کا دارومدار جذبہ عشق رسول ﷺ کے استحکام پر ہے۔ ہاں ہاں شیطان اور اس کے ساتھیوں کو اس جذبے کا پروان چڑھنا نہایت ناگوار ہے۔ خدانخواستہ اگر شیطانوں کی مراد پوری ہوجائے اور ملت اسلامیہ اس دولت عشق سے محروم ہو جائے تو یقین جانئے یہ مردہ ہے اور اس کا وجود ذلت و قسمت کے پیکر میں ڈھل کر خود 'باطل' ہو جائے گا اور کسی باطل کے لئے قطعاً خطرہ نہیں رہے گا۔ اس وقت ہمارے ملک میں حکومت غیرت ایمان و عشق کے پیچھے ہی پڑی ہوئی ہے، مسلمانوں کے سینوں سے اس نور کو نکال کر اسے کفر و شرک اور وہم و گماں کی تاریکیوں میں دھکیلنا چاہتی ہے۔ جوں جوں وقت گزرتا جاتا ہے۔ قوم غفلت کے خواب گراں کا شکار ہوتی جاتی ہے۔ فحاشی و عریانی کو عام کرکے نوجوان نسل کو تباہ و برباد کیا جارہا ہے۔ اکثر اساتذہ و مشائخ بے بس ہیں اور والدین ہیں کہ اپنی آنکھوں کے سامنے بیٹے بیٹیوں کو عریاں فلمیں دکھا دکھا کر اور گندے گانے سنا سنا کر انھیں 'مشرف' کے روشن و معتدل اسلام کا کلمہ باطل پڑھا رہے ہیں۔ قوم سونے والی ہی نہیں، سو چکی ہے یہی وجہ ہے کہ اسمٰعیلی، بہائی، قادیانی، عیسائی، یہودی دہریہ سب مذاہب کو کھلی چھٹی ہے اور پابندی ہے تو اسلام پر۔ اس سے بڑی دلآزار بات کیا ہوگی کہ مسجد شہید گنج جس کے لئے دور افرنگ میں مسلمانوں نے تحریک چلائی اور طرح طرح کی قربانیاں

دیں' پنجاب کا سکھ وزیراعلیٰ سردار پرویز سنگھ نے یہاں گوردوارہ تعمیر کرادیا ہے۔آج کی اہم خبر یہ ہے کہ حکومت پاکستان نے زلزلہ زدگان کی امداد کے لئے نام نہاد اسرائیل کی پیشکش قبول کرلی ہے۔ بے دین مشرف کے بے دین وزراء پہلے خود ایمان وعشق کی غیرت سے خالی ہوئے،قوم نے بھی انھیں کی راہ اختیار کرلی۔اس میں کیا شک ہے کہ الناس علیٰ دین ملوکھم (یعنی لوگ بادشاہوں کے دین پر ہوتے ہیں) تقریباً ساری قوم کا ضمیر مردہ ہو چکا ہے۔کاش پھر کوئی صلاح الدین ایوبی،کوئی نورالدین زنگی،کوئی محمود غزنوی یا کوئی اورنگزیب (علیہم الرحمہ) کوئی قائداعظم یا اقبال آئے اور قوم کی مردہ رگوں میں عشق رسول ﷺ کی زندگی دوڑادے،یعنی

مردے ازغیب بروں آید وکارے بکند

ہاں عشق رسول ﷺ زندگی کا اصل خمیر ہے۔یوں سمجھئے ایک زندگی یہی ہے جس کا تعلق نفس کی آمد وشد کے ساتھ ہے اور ایک زندگی وہ ہے جو عشق رسول ﷺ سے پیدا ہوتی ہے اور پتھروں اور خشک لکڑیوں کو بھی زندگی کا مظہر بنادیتی ہے۔حضرت اقبال سے پوچھئے۔

من چہ گویم از تولایش کہ چیست (۱) خشک چوبے درفراق اوگریست
ہستی مسلم تجلی گاہ او !! (۲) طورہا بالد زخاک راہ او

ترجمہ: میں کیا بتاؤں کہ ان کی محبت کیا چیز ہے۔(اتنا سمجھ لیجئے کہ) خشک لکڑی بھی ان کے فراق میں روئی تھی۔

(۲) مسلمان کی ہستی حضور پرنور علیہ الصلوۃ والسلام کی جلوہ گاہ ہے اور آپ کی خاک راہ سے کئی طور پیدا ہوتے ہیں۔

وہ بھارتی حکومت کے نکتہ رس مشیروں نے چند سال پہلے پاکستان کو معاذ اللہ کمزور یا تباہ وبرباد کرنے کے لئے جن نقاط کو سب سے زیادہ ضروری سمجھا،افواج پاکستان کے ترجمان ہفت روزہ 'ہلال' مورخہ کے ایک پرانے اداریئے کے مطابق حسب ذیل ہیں

۱۔ "حب محمد (ﷺ) مسلمان کے جسم وجان سے نکال لی جائے۔اس کیلئے پاکستان کی جہاد مخالف قوتوں کو آگے بڑھایا جائے،کام میں لایا جائے

۲۔ پاکستان کی فوجی قوت کو ایک حد سے آگے نہ جانے دیا جائے،اس کے لئے فوجی اقدام اور سفارتی مہم جوئی سے بھی دریغ نہ کیا جائے

۳۔ پاکستان کے اندر پاکستانیوں پر مشتمل افواج مخالف لابی قائم اور مستحکم کی جائے جو قومی وسائل کا بہت بڑا حصہ دفاعی ضروریات کے بجائے اشیائے ضروریہ،تعلیم اور صحت کی مد میں خرچ کرنے کی بات کرے۔اپنی افواج کے خلاف نفرت پھیلا کر افواج کو شہریوں کے تعاون سے محروم کردے اور دفاعی بجٹ کم کرنے کو عوامی مطالبہ اور تحریک بنادے Aject (Inside story of Hinducracy.By Sinngh Dhilon)

مگر یہ سب بہت بعد کی باتیں ہیں،سب سے پہلے اس جذبہ عشق کو سینوں سے نکالنے کے مشکل کام کو آسان کرنے کا بیڑا جن لوگوں نے اٹھایا،وہ یہی وہابی ونجدی علما تھے اور یہی تھے جنھوں نے بعد میں اپنا نام انگریز گورنر کی منظوری سے اہل حدیث رکھا۔چونکہ یہ قرآن پاک اور حدیث پاک کے علم کا دعویٰ کرتے تھے۔لہٰذا انھوں نے اس کتاب مقدس جو اتری ہی حضور ﷺ کی تصدیق اور آپ کے منصب وفضل وکمال اجاگر کرنے کے لئے تھی،آپ ﷺ کے خلاف استعمال کی۔کیسی سینہ زوری ہے کہ کتاب حضور پرنور ﷺ کا ابدی معجزہ ہے،اسی کو برعکس معانی کا لبادہ پہنا کر صاحب معجزہ ﷺ کے خلاف استعمال کیا اور ذرہ بھر شرم نہیں آئی۔پھر کیا تھا،انگریز ان کو عقیدے کا عنوان بتاتے رہے،یہ اسے آیات وروایات سے ثابت کرتے گئے۔پھر ان کا یہی تعلق ہندوؤں سے ہوا،چنانچہ ان کی توحید نے گاندھی جی کے شرک کے دامن تلے پناہ لی اور جو اس مردود نے چاہا،ان سے کہلوایا۔مثلاً مسلم اور ہندو ایک قوم ہیں،یہ گاندھی نے کہا اور علماء نجد ودیوبند نے اسے قرآنی دلائل سے ثابت کرنے کی کوشش کی۔اسی بنا پر لسان العصر حضرت اکبرالہ آبادی علیہ الرحمۃ نے فرمایا تھا۔

یہ کانگرسی ملا، کیا پوچھتے ہو، کیا ہیں!! گاندھی کی پالسی کا عربی میں ترجمہ ہیں

حیات النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام: بہرحال انگریزوں کو مسلمانوں کے عقیدہ، حیات النبی ﷺ سے بڑی تکلیف تھی [1]، نجدی ملاؤں نے اپنے آقاؤں کی پریشانی کو برداشت نہ کیا اور دین و دنیا کی لعنتوں کی پروا نہ کرتے ہوئے فوراً 'حیات النبیؐ' (ﷺ) کے اجماعی و قدیم عقیدے کا انکار کر دیا اور بیشمار 'دلائل' سے اپنے مالکوں کی آنکھوں کو ٹھنڈا کر دیا۔ کتنا غضب ہے قرآن پاک جس ذات پاک ﷺ کی عزت پر فدا ہونے والوں کو مردہ کہنے اور مردہ گمان کرنے سے بھی روکتا ہے اور دوٹوک انداز میں ان کے 'احیاء' زندہ ہونے کا اعلان کرتا ہے، فرنگی غلاموں نے قرآن پاک ہی کی رو سے انھیں معاذ اللہ معاذ اللہ مردہ ثابت کرنے کی کوشش کی۔ وہ ذات پاک جس نے درختوں اور پتھروں کا جمود توڑ کر انھیں چلنا اور بولنا سکھایا، معاذ اللہ اسی کی حیات مقدسہ کا انکار کیا اور کرایا جانے لگا۔ جس نبی مکرم ﷺ نے عام مردے کے بارے میں فرمایا۔

ان العبد اذا وضع فی قبرہ و تو لیٰ عنہ اصحابہ انہ لیسمع قرع نعالھم (بخاری)

ترجمہ: جب بندے کو قبر میں رکھا جاتا ہے اور اس کے ساتھی لوٹتے ہیں تو وہ ان کے جوتوں کی آہٹ سنتا ہے

جس رسول محتشم ﷺ نے اپنے غلاموں کو ہدایت فرمائی کہ قبرستان میں جاؤ تو یوں سلام کرو

السلام علیکم اھل الدیار من المو منین و المسلمین و انا ا نشآء اللہ بکم لاحقون نسئال اللہ لنا و لکم العافیہ (مسلم)

ترجمہ: اس بستی کے مسلمانو اور مومنو! السلام علیکم، بیشک اللہ نے چاہا تو ہم بھی عنقریب تم سے ملاقات کرنے والے ہیں، ہم اللہ تعالیٰ سے اپنے لئے اور تمھارے لئے عافیت کے طالب ہیں۔

---

[1]: دیکھئے ہمفرے کے اعترافات

جس رحمۃ للعلمین ﷺ نے مردوں کی سماعت کو صالحین امت تک محدود نہیں رکھا بلکہ فاسقوں، فاجروں بلکہ کافروں اور مشرکوں تک اسے عام کیا، خود اس کے بارے 'عقل عیار' کا فیصلہ یہ ہے کہ قبر منور میں زندہ نہیں اور نہ کسی کی آواز سنتے ہیں۔ چنانچہ غزوہ بدر کے بعد (تیسرے روز) جب حضور ﷺ مقتولین کے گڑھے پر تشریف لے گئے اور ان سے یوں خطاب فرمایا 'اے فلاں بیٹے فلاں کے، اے فلاں بیٹے فلاں کے کیا اب تمہیں تمنا ہے کہ اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت کرتے۔ جو کچھ ہمارے پروردگار نے ہم سے وعدہ فرمایا تھا، ہم نے تو اسے سچ پایا۔ کیا تم نے بھی اسے جو تمھارے پروردگار نے تم سے وعدہ کیا تھا۔ سچ پایا' یہ دیکھ کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا "یا رسول اللہ! آپ ان بے روح جسموں سے کیا خطاب فرما رہے ہیں۔" اس پر حضور اقدس ﷺ نے فرمایا

والذی نفس محمد بیدہ ما انتم باسمع لما اقول منھم (بخاری، کتاب المغازی۔ باب قتل ابی جھل)

ترجمہ: اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں محمد (ﷺ) کی جان ہے، جو میں فرما رہا ہوں اسے تم لوگ ان سے زیادہ نہیں سنتے۔

پھر عذاب قبر اور نعیم قبر کے بارے میں آیات اور متعدد روایات جنھیں کتب حدیث میں باب اثبات عذاب القبر کے تحت درج کیا گیا ہے۔ مردوں کی برزخی زندگی اور سماعت پر ہی تو دلالت کرتی ہیں۔ مگر یار لوگوں کو ان سے انکار ہے کیونکہ ان کی طبع نازک ایسے عقائد و مسائل کو برداشت نہیں کر سکتی۔ ہاں ہاں واقعی ان کی طبائع بہت نازک واقع ہوئی ہیں۔ چنانچہ عذاب قبر کے بارے میں ایک غیر مقلد عبدالرحمٰن کیلانی اپنی کتاب "روح، عذاب قبر اور سماع موتی" میں لکھتا ہے۔

''سماع موتی کا مسئلہ عذاب قبر یا روح کی حقیقت کی طرح محض ایک تحقیقی مسئلہ ہی نہیں بلکہ شرک کا سب سے بڑا چور دروازہ ہے، لہذا قرآن مجید نے سماع موتی کے تمام امکانی پہلوؤں کو پوری قوت سے ختم کر دیا ہے۔'' (حالانکہ قرآن پاک نے جس سماع موتی کا انکار کیا ہے اس سے مراد ہے مردہ دل لوگوں کا ایمان لانا)۔

خیال فرمایئے ایک طرف بخاری اور مسلم کی احادیث ہیں اور ایک طرف غیر مقلدین کا اپنا فیصلہ۔ ہونا تو یہ چاہئے کہ جب یہ لوگ صحیحین تک کی روایات کے سامنے بھی سر تسلیم خم نہیں کرتے اور محبوب اعظم وہادی عالم ﷺ کا فیصلہ نہیں مانتے تو کم از کم خود کو اہل حدیث نہ کہلائیں بلکہ کھلم کھلا منکرین حدیث میں شامل ہو جائیں۔ مگر یوں بھی نہیں کریں گے کیونکہ انھیں امت کو دھوکا دینا مقصود ہے اور ظاہر ہے دھوکا اسی قسم کی چالوں سے دیا جاسکتا ہے۔ یاد رکھیں انھیں اسی مسئلے میں عام امت بلکہ فقہا بلکہ محدثین بلکہ حضور تاجدار ختم نبوت ﷺ سے اختلاف نہیں، اور بھی کئی مسائل ہیں جہاں انھیں والی امت ﷺ اور امت سے اختلاف ہے۔ اگر توفیق ملی تو انشاء اللہ کبھی اس موضوع پر بھی اظہار خیال ہوگا کہ یار لوگوں نے کہاں کہاں 'اپنی نئی رسم جنوں' ایجاد کی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ان کے خمیر اور ضمیر میں اسلام سے بغاوت ہے اور ان کا وجود ونمود ہی دین حق سے رشتہ توڑنے اور امت میں انتشار پیدا کرنے کے لئے وقف ہے۔ بیشک مسلمانوں کی یکجہتی کو جتنا نقصان ان نجدی و وہابی علما نے پہنچایا، اتنا نقصان انگریز خود بھی نہیں پہنچا سکتے تھے، بالفاظ دیگر علاقوں کو فتح کرنا، ریاستوں کو زیر کرنا اور برصغیر پر قبضہ کرنا بھی ان کے نزدیک اتنا مشکل نہیں تھا، جتنا مسلمانوں میں انتشار پیدا کرنا مشکل تھا۔ چنانچہ اس مرحلے میں ان زرخرید علما نے ان کی نیز اپنی مشکلکشائی کی اور طرح طرح سے انعامات اور جاگیریں حاصل کیں۔

احادیث میں قبر والوں کے سننے ہی کا اثبات نہیں، ان کے کلام کرنے کا بھی ہے، ہاں ہاں ایسا کلام جسے بظاہرہ زندہ لوگ (جو قبروں سے باہر ہیں) سنتے رہے ہیں، اور ایسے واقعات اور تو اور احادیث میں بھی وارد ہیں، مگر یار لوگوں نے اپنے نبی اکرم ﷺ پر ایمان اور صحابہ کرام علیہم الرضوان اور محدثین عظام علیہم الرحمہ پر اعتماد رکھنے کی بجائے اپنی عقل باغی وطاغی سے پوچھا اور اس نے صاف انکار کر دیا۔ آخر اس کی وجہ کیا تھی؟ وہی کہ اسلام کے دشمن یورپین عیسائی اس عقیدے سے بہت پریشان ونالاں تھے کہ مسلمان اپنے نبی علیہ السلام کو خدا کے فضل سے زندہ، شاہد اور سمیع وبصیر سمجھتے ہیں۔ (دیکھئے ہمفرے کے اعترافات) چنانچہ دشمنان اسلام کی 'رضا' کیلئے جو نجدی ٹولہ معرض وجود میں آیا اس نے حیات النبی ﷺ کا انکار کرنے کے لئے ایسی تمام روایتوں سے جن میں مردوں کے سننے اور کلام کرنے کے واقعات تھے، منہ پھیر لیا اور 'جہاد فی سبیل النصاری' کے لئے کمربستہ ہو گئے۔

ایک سوال اور وہابی مفتی کا جواب: آیئے اب آخر ہفت روزہ الحدیث لاہور مورخہ ۲۵ شعبان ۱۴۲۶ھ میں درج شدہ ایک سوال وجواب کا مطالعہ کریں۔ ہم یہاں صرف اتنا درج کرتے ہیں جو ہمارے اس موضوع سے متعلق ہے۔

سوال: میں رسول اللہ ﷺ سے بہت محبت رکھتا ہوں .... میرا کافی عرصہ پہلے نماز کے بعد ذکر واذکار لا الہ الا اللہ تک محدود ہوتا تھا۔ میں نے خواب میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھا، انھوں نے مجھے فرمایا کہ ہمیں بھی یاد رکھا کرو یعنی لا الہ الا اللہ کے ساتھ محمد رسول اللہ بھی پڑھا کرتا کہ ہم بھی تمھاری مدد کریں، اس کی شرعی حیثیت واضح کریں (حاجی رفیع الدین، بہاولنگر)

(شرع کے دشمنوں نے جو اس کا جواب دیا ہے، ملاحظہ ہو)

جواب: خواب کے متعلق واضح رہے کہ اسے کسی شرعی حکم کی بنیاد نہیں قرار دیا جاسکتا، صرف حضرات انبیاء علیہم السلام کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ ان کے خواب وحی ہوتے ہیں اور شرعی احکام کی بنیاد قرار پاتے ہیں۔ اس وضاحت کے بعد واضح ہو کہ افضل الذکر تو صرف لا الہ الا اللہ ہے، محمد رسول اللہ کو مستقل طور پر ذکر کا حصہ بنانا جائز نہیں۔ البتہ کبھی کبھار اختتام ورد کے موقع پر محمد رسول اللہ کہنے میں حرج نہیں۔ سوال میں یہ کہنے پر ''ہم بھی تمھاری

مدد کریں گے''، کا جو اشارہ ملا ہے، یہ ایک ذہنی اختراع ہے جو شریعت اسلامیہ کے خلاف باغیانہ اقدام اور کھلا شرک ہے، اس سے اجتناب کرنا چاہئے

تبصرہ: ازراہ کرم غور فرمائیے محبوب خدا سرور انبیاء علیہم التحیۃ والثناء کا ذکر خیر روکنے کے لئے دشمن اتنا دلیر ہو گیا ہے کہ لا الہ الا اللہ کے ساتھ بھی اسے محمد رسول اللہ بار بار کہنا سننا برداشت نہیں ہوتا۔ چنانچہ کس صراحت کے ساتھ اس کے 'معاذ اللہ' جائز نہ ہونے کا فتوی دے دیا اور اس کی دلیل میں کوئی آیت یا کوئی روایت پیش نہیں کی، آخر کیوں؟ اس لئے کہ انھیں پیش کرنے کی ضرورت نہیں۔ ان کا اپنا قول ہی حرف آخر ہے۔ یہ اللہ اور اس کے حبیب پاک علیہ الصلوۃ والسلام پر اتنا ہی ایمان رکھتے ہیں جتنا ان کے روحانی دادا عبداللہ بن ابی کا تھا۔ اس پارٹی کے بارے میں قرآن پاک نے وضاحت فرمادی ہے۔

اذا جاءک المنفقون قالوا نشهد انک لرسول الله والله یعلم انک لرسوله والله یشهد ان المنفقین لکذبون o(المنفقون ۔ا)

ترجمہ: جب منافق تمھارے حضور حاضر ہوتے ہیں کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ حضور بے شک یقیناً اللہ کے رسول ہیں اور اللہ جانتا ہے کہ تم اس کے رسول ہو اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ منافق ضرور جھوٹے ہیں۔

رفعت ذکر: دل سے انھیں کلمہ شریف پڑھنے کی توفیق نہیں ہوتی، ان کا دین ایمان زبان تک محدود ہے اور یہ بھی مصلحت کا تقاضا ہے۔ اگر ان کا بس چلے تو معاذ اللہ دنیا بھر سے ذکر رسول ﷺ ختم کر دیں۔ کیا کریں محمد رسول اللہ ﷺ کا رب ان کی پیش نہیں جانے دیتا۔ اس نے **ورفعنالک ذکرک** O (ترجمہ: اور ہم نے تمھارے لئے تمھارا ذکر بلند کر دیا) فرما کر دشمنوں کے سر پر اور منہ میں مٹی ڈال دی ہے اور ان کے تمام منصوبوں کو خاک میں ملا کے رکھ دیا ہے۔ یہ اس کی قدرت تامہ کا ظہور ہے کہ بش اور شیطان جیسے خارجی اور ان جیسے داخلی دشمنوں کی انتہائی ناپاک سازشوں کے باوجود اس نے اپنے محبوب کریم رؤف رحیم علیہ التحیۃ والثناء سے جس رفعت ذکر کا وعدہ فرمایا ہے، وہ روز بروز افزوں بلکہ لحہ بلحہ افزوں ہے۔ اقبال علیہ الرحمہ سے اس ذکر پاک کی وسعت کا حال سنئے

دشت میں، دامن کہسار میں میدان میں ہے
بحر میں، موج کی آغوش میں، طوفان میں ہے
چین کے شہر، مراقش کے بیابان میں ہے
اور پوشیدہ مسلمان کے ایمان میں ہے
چشم اقوام یہ نظارہ ابد تک دیکھے
رفعت شان رفعنا لک ذکرک دیکھے

چشم حقیقت بین سے دیکھئے تو ذکر رسول ﷺ کی یہ ہمہ گیری و بلندی موجودہ مذہب بیزار دنیا میں خود ایک عظیم معجزہ ہے۔ جناب قاضی سلیمان منصور پوری سے سنئے۔

''بحر الکاہل کے مغربی کنارہ سے دریائے ہوانگ ہو کے مشرقی کنارہ تک کے رہنے والوں میں سے کون ہے، جس نے صبح کے روح افزا جھونکتوں کے ساتھ اذان کی آواز نہ سنی ہو، جس نے رات کی خموشی میں **اشهدان محمدا رسول الله** کی سریلی آواز کو جاں بخش نہ پایا ہو۔[1]

یہی وہ الفاظ جو جاگنے والوں اور سونے والوں کو ان کی ہستی کے بہترین آغاز وانجام کے اعلام سے سامعہ نواز ہیں کیا رفعت ذکر کی کوئی مثال اس سے بالاتر پائی جاتی ہے، آج کسی بادشاہ کو اپنی مملکت میں، کسی ہادی کو اپنے حلقہ اثر میں یہ بات کیوں حاصل نہیں کہ اس کے مبارک نام کا اعلان ہر

روز و شب اس طرح پر کیا جاتا ہو کہ خواہ کوئی سننا پسند کرے یا نہ کرے۔ لیکن وہ اعلان ہے کہ پردہ ہائے گوش کو چیرتا ہوا قعر قلب تک ضرور پہنچ جاتا ہے۔ ہاں وہ اعلان صرف اس کے نام ہی کا اعلان نہیں، بلکہ اس کے کام کا بھی، اور صرف کام ہی کا نہیں بلکہ اس کے پیغام کا بھی اعلان ہے۔''

ارے بدنصیب منافقو! یہ تو نام پاک ہی بڑا حلاوت انگیز ہے۔ اسے لب پر لاتے ہی دو بار ہونٹ ملتے ہیں تا کہ یہ بات کھل جائے کہ جس حبیب گرامی کا یہ نام نامی ہے (ﷺ) وہ عالم پست کے مکینوں کو عالم بالا سے ملانے آیا ہے۔

امام بوصیری علیہ الرحمہ نے یوں نذرانہ عقیدت پیش کیا

دعا الی الله فالمستمسکون به مستمسکون بحبل غیر منفصم

ترجمہ: انھوں نے اللہ کی طرف بلایا سوان کا دامن تھامنے والے ایسی مضبوط رسی کو پکڑے ہوئے ہیں جو کبھی ٹوٹنے والی نہیں۔

اور سنئے شاہنامہ اسلام کا عظیم مصنف کیا کہتا ہے۔

اس نے نام پاک 'محمد' ﷺ کو عنوان بنا کر طویل نظم لکھی ہے، (یہاں صرف چند اشعار دیئے جاتے ہیں)

زبان پر اے خوشا صل علیٰ یہ کس کا نام آیا — کہ میرے نام جبریل امین لے کر سلام آیا
محمد ﷺ جان عالم ، فخر آدم، ہادی اکرم — امام الانبیا ، خیر البشر ، پیغمبر اعظم
محمد ﷺ وہ جمال اولین، وہ پیکر نوری! — محمد ﷺ کاشف سر ظہور و رمز مستوری
محمد ﷺ، احمد و حامد جسے خالق نے فرمایا — ازل سے جس پہ قرباں ہے لواء الحمد کا سایہ

ا۔: بغوی نے باسناد ثعلبی ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت جبریل علیہ السلام سے ورفعنا لک ذکرک کی حقیقت دریافت کی۔ انھوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ بتلایا اذا ذکرت ذکرت معی (یعنی جب میرا ذکر کیا جائے گا تیرا ذکر بھی میرے ساتھ کیا جائے گا) ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ اس ارشاد الٰہی میں اذان و اقامت، تشہد و خطبہ مراد ہیں،)

نوٹ نمبرا: حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اشعار ہیں۔

اغر علیه للنبوة خاتم — من الله شهود یلوح و یشهد
وضم الاله اسم النبی مع اسمه — اذا قال فی الخمس المو ذن اشهد
وشق له من اسمه لیجله — فذو العرش محمود و هذا محمد

ا۔ آپ روشن چہرہ ہیں۔ مہر نبوت کے حامل ہیں، اللہ کی طرف سے مشہود ہیں، چمکتے ہیں اور گواہی دینے دیتے ہیں۔

۲۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کے نام کو اپنے نام کے ساتھ ملایا ہے جب مؤذن پانچوں وقت اشہد کہتا ہے۔

۳۔ اپنے نام سے آپ کا نام نکالا تا کہ ان کو بڑائی اور بزرگی دے چنانچہ عشر والا اللہ تعالیٰ محمود ہے اور آپ محمد ہیں (رحمۃ للعالمین جلد ۳)

نوٹ نمبر۲: حضرت جبریل علیہ السلام کی روایت کے مطابق اللہ تبارک وتعالی کا یہ دوٹوک فیصلہ ہے کہ اس کے ذکر مقدس کے ساتھ ساتھ اس کے حبیب مکرم ﷺ کا ذکر گرامی بھی ہو۔ مگر شیطان اینڈ کمپنی اس سے بڑی مشکل میں ہے

آیئے پھر اللہ کے نام پاک محمود اور حضور پر نور ﷺ کے نام پاک 'محمد' ﷺ پہ غور فرمایئے تو نکتے پر نکتے نکلتے جائیں گے۔ یہاں اہل محبت کا نکالا ہوا صرف ایک نکتہ نذر ناظرین ہے۔ وہ فرماتے ہیں دونوں میں (و) کا فرق ہے جو حرف علت ہے۔ گویا بتایا جا رہا ہے کہ اللہ جل مجدہ کو علت

والے بھی یاد کریں گے مگر ' محمد ' ﷺ کو وہی یاد کریں گے جو علت سے خالی ہوں گے۔ دیکھو سکھ بھی توحید خداوندی کے قائل ہیں مگر رسالت کے منکر ہیں۔ (سکھوں اور نجدیوں میں یہی تو فرق ہے کہ وہ اوپر سے بھی منکر ہیں اور یہ اندر ہی سے منکر ہیں)

رہا یہ کہ بعض روایات میں صرف لا الہ الا اللہ کا ذکر ہے۔ تو اہل معانی سے پوچھئے

مثلاً افضل الذکر لا الہ الا اللہ وافضل الدعا الحمد للہ مشکوٰۃ بحوالہ ترمذی، ابن ماجہ)

ترجمہ: افضل ذکر لا الہ الا اللہ ہے اور افضل دعا الحمد للہ ہے۔

تو دراصل یہاں بھی پورا کلمہ شریف مراد ہے۔ حکیم الامت مفتی احمد یار خاں نعیمی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں لا الہ الا اللہ سے مراد پورا کلمہ شریف ہے یعنی مع محمد رسول اللہ کے، ورنہ صرف لا الہ الا اللہ تو بہت سے موحد کفار بلکہ ابلیس بھی پڑھتا ہے۔ وہ مشرک نہیں موحد ہے جس چیز سے مومن بنتے ہیں وہ ہے محمد رسول اللہ، چونکہ کلمہ شریف سے کفر کی گندگی دور ہوتی ہے اسے پڑھ کر کافر مومن ہوتا ہے، اس سے دل کی زنگ دور ہوتی ہے، اس سے غفلت جاتی ہے، دل میں بیداری آتی ہے، یہ حمد الٰہی نعت مصطفوی کا مجموعہ ہے، اس لئے یہ، افضل الذکر ہوا۔ صوفیائے کرام فرماتے کہ صفائی کیلئے کلمہ طیبہ اکسیر ہے۔

اعلیٰحضرت بریلوی قدس سرہٗ ایک حدیث کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

' لا الہ الا اللہ کلمہ طیبہ کا علم ہے جس سے پورا کلمہ مراد ہے۔ اگر کوئی کہے الحمد سات بار کہو یا قل ھو اللہ گیارہ بار کہو، کیا اس سے صرف لفظ الحمد یا لفظ قل ھو اللہ مراد ہوں گے۔ ہرگز نہیں، بلکہ پوری سورتیں کہ اختصارا! جن کے نام یہ ہیں۔ کلمہ طیبہ کا اختصار لا الٰہ نہیں ہوسکتا تھا کہ محض نفی بلا استثنا تو معاذ اللہ کلمہ کفر ہے لاجرم نصف کلمہ اس کا اختصار ہوا......الخ (ملفوظات حصہ دوم)

اب میں اس مختصر بحث کی آخری بات عرض کرتا ہوں، آخر نجدیوں کو اس نام نامی سے ایسی چڑ کیوں ہے؟۔ اس کو سمجھنے کے لئے آپ محبت کی اس علامت کو یاد کیجئے جس کا ذکر خود حضور پرنور ﷺ نے فرمایا ہے یعنی

من احب شیا ً اکثر ذکر ہ (الجامع الصغیر، کنز العمال)

ترجمہ: جو کسی سے محبت کرتا ہے تو اس کا ذکر زیادہ کرتا ہے۔

تو ظاہر ہے اس کے برعکس بغض کی علامت ہوگی ذکر روکنا۔ لہذا چونکہ نجد و دیو بند کے ان 'فضلا' کو بغض ہے لہذا کسی نہ کسی بہانے ذکر روکنے کی ناپاک اور ناکام کوشش کرتے رہتے ہیں۔ یہاں جواب دیتے ہوئے مفت کے 'مفتی' نے کبھی کبھار پڑھنے کی اجازت دے دی ہے۔ پھر اس 'کبھی کبھار' کو بھی ختم کردیں گے (گو خود ختم ہوجائیں) مگر ہوگا کیا ذکر چمکتا جائے گا، یہ جلتے جلتے جلنے کی آخری جگہ میں پہنچ جائے گا۔

مومن کا خواب: اب آیئے مرد مومن کے خواب کی عظمت واہمیت کی طرف۔ یہاں بغیر تفصیلی تبصرے کے مشکوٰۃ شریف کی کتاب الرءیا کی پہلی پانچ احادیث مقدسہ پیش کی جاتی ہیں

ا۔ لم یبق من النبو ۃ الا المبشرات ، قالو اوما المبشرات قال الر ء یا الصالحۃ

(رواہ البخاری وزاد مالک بروایۃ عطآء ابن یسار یراھا الرجل المسلم اوترای لہ)

ترجمہ: نبوت سے بشارتوں کے سوا کچھ بھی باقی نہیں رہا۔ لوگ عرض گزار ہوئے کہ بشارتیں کیا ہیں فرمایا 'اچھے خواب' (بخاری امام مالک نے عطاء بن یسار سے مزید روایت یوں کی جس کو کوئی مسلمان دیکھے یا اس کے لئے کسی کو دکھایا جائے)

۲۔ الر ء یا الصا لحۃ جز عہ من ستۃ و اربعین جز ء من النبو ۃ (متفق علیہ)

ترجمہ :اچھا خواب نبوت کے حصوں میں سے چھیالیسواں حصہ ہے۔ (بخاری ومسلم)

۳۔ من رانی فی المنام فقد رانی فان الشیطن لا یتمثل فی صو رتی (متفق علیہ)

ترجمہ: جس نے مجھے خواب میں دیکھا، اس نے مجھی کو دیکھا کیونکہ شیطان میری صورت اختیار نہیں کرسکتا۔

۴۔ من رانی فقد رای الحق (متفق علیہ)

ترجمہ: جس نے مجھے خواب میں دیکھا، اس نے واقعی مجھی کو دیکھا (بخاری ومسلم)

۵۔ من رانی فی المنا م فسیر انی فی الیقظة ولا یتمثل الشیطن بی (متفق علیہ)

ترجمہ: جس نے مجھے خواب میں دیکھا، وہ مجھے عنقریب بیداری میں بھی دیکھے گا اور شیطان میرے جیسی صورت اختیار نہیں کرسکتا۔ (بخاری ومسلم)

مثال کے طور پر یہ چند روایات پیش خدمت ہیں، ان میں ہر ایک پر متفق علیہ لکھا ہوا ہے یعنی امام بخاری اور امام مسلم رضی اللہ عنہما دونوں کا ان پر اتفاق ہے مگر کیا کیا جائے منافق ان سے متفق نہیں۔

ان میں آخری حدیث پاک تو یہ خوشخبری دے رہی ہے کہ حضور پرنور ﷺ جس خوش نصیب کو پہلے خواب میں اپنے دیدار سے نوازتے ہیں، اسے پھر بیداری میں بھی نوازتے ہیں۔ چنانچہ اولیاء کاملین اور محدثین عظام رضی اللہ عنہم کے بیشمار واقعات ہیں جو حضور پرنور ﷺ کی بیداری میں زیارت کا اعلان کررہے ہیں۔ کون نہیں جانتا کہ مشہور محدث امام سیوطی علیہ الرحمہ نے پچھتر بار حضور پرنور ﷺ کی بیداری میں زیارت کی تو امام شعرانی علیہ الرحمہ کے بقول انھوں نے سات ساتھیوں سمیت محبوب خدا علیہ التحیۃ والثنا سے سبقاً سبقاً (جاگتے ہوئے) بخاری شریف پڑھی۔ بہت سے خوش نصیب وہ ہیں جنھیں آج بھی حضور اکرم ﷺ خواب میں تشریف لاکر کلمہ پڑھاتے ہیں۔ بہت سے مسلمان وہ ہیں جن کی رہنمائی خواب میں فرمائی جاتی ہے۔

رہ گیا مومن کے خواب کا حجت شرعی ہونا تو کون نہیں جانتا 'اذان' کے الفاظ چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو خواب میں سکھائے گئے تھے جنھیں بطور اذان رائج و نافذ کیا گیا۔

یونہی جنگ یمامہ میں حضرت ثابت بن قیس نے جنگ یمامہ میں شہادت پائی۔ آپ ایک بہترین قسم کی زرہ پہنے ہوئے تھے کسی مسلمان سپاہی نے آپ کی وہ زرہ اتار کر ایک پوشیدہ جگہ میں رکھ دی۔ حضرت ثابت رضی اللہ عنہ ایک سپاہی کو خواب میں ملے اور کہا کہ میں تجھے ایک وصیت کرتا ہوں اور میری اس وصیت کو شیطانی خواب نہ سمجھنا بلکہ یہ امر واقعہ ہے کہ کل میری شہادت کے بعد ایک مسلمان نے میری زرہ اتار لی اور اسے خیموں کے آخری کنارے پر گھوڑے باندھنے کی جگہ میں چھپادیا ہے تم اس واقعہ سے سپہ سالار فوج خالد بن ولید کو میری طرف سے مطلع کرو کہ وہ میری زرہ اس سے حاصل کریں اور دربار خلافت میں پیش کریں اور تم جب بارگاہ صدیقی میں پہنچو تو جناب ابوبکر صدیق سے میرا یہ پیغام کہنا کہ مجھ پر جس قدر قرضہ ہے وہ میری زرہ اور سامان فروخت کرکے ادا کیا جائے اور میری طرف سے فلاں فلاں غلام آزاد کردیا جائے چنانچہ ان دونوں جلیل القدر ہستیوں نے ان کی اس اطلاع کو درست اور امر واقعی سمجھ کر اس پر عمل کیا اور جو کچھ حضرت ثابت رضی اللہ عنہ نے خبر دی تھی وہ لفظ بہ لفظ صحیح نکلی۔

اب منکر کی بدبختی دیکھئے حضور پرنور ﷺ مدد کا وعدہ فرمارہے ہیں اور نجدی اسے شرک قرار دے رہا ہے۔ واللہ انھیں سچے دل سے اللہ اور حضور پرنور ﷺ پر ایمان ہی نہیں ورنہ اللہ جسے رحمۃ للعلمین فرمائے، وہ بھی اگر مدد کرنے سے قاصر ہو، تو اللہ کے فرمان کا کیا معنی ہوا۔ چونکہ اس مسئلے پر کئی دفعہ گفتگو ہوچکی ہے لہذا اسب کچھ دہرانا غیر ضروری ہے۔ البتہ صرف اطمینان کے لئے ایک آیت پیش کی جاتی ہے۔

انما ولیکم الله ورسوله والذین امنو الذین یقیمون الصلوة ویوتون الزكوة وهم ركعون ٥ (المائدة۔۵۵)

ترجمہ: تمھارے دوست نہیں مگر اللہ اور اس کا رسول اور ایمان والے کہ نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ کے حضور جھکے ہوئے ہیں۔

عبرتناک صورت حال: میں کبھی کفار مکہ اور منافقین مدینہ کی بدقسمتی پر غور کرتا ہوں تو بڑی عبرت ہوتی ہے۔ وہ زمانہ جس کی قسم والعصر سے فرمائی گئی، پھر وہ شہر جس کی قسم لا اقسم بھذا البلد کے الفاظ میں ذکر کیا گیا اور آخر میں وہ سرزمین مدینہ منورہ جو احب البلاد ہے اور جسے قرآن پاک میں ارض اللہ کہا گیا ہے۔ اس زمانے میں اور ان شہروں میں کوئی صدیق، کوئی فاروق، کوئی کامل الحیا والا یمان اور کوئی اسد اللہ کوئی سیف اللہ کوئی امین الامتہ بن رہا ہے بلکہ دور دور سے لوگ آ کر ایمان و یقین کے ذروہ علیا پر فائز ہو رہے ہیں اور جو بھی چند لمحے اس آئینہ جمال خداوندی (ﷺ) کی زیارت سے مشرف ہوتا ہے۔ قیامت تک کوئی بڑے سے بڑا ولی اس کے ہزارویں، لاکھویں بلکہ کروڑویں درجے تک نہیں پہنچ سکتا، اسی دور میں ابوجہل، ابولہب، عبداللہ بن ابی اور ان کے کئی ساتھی بزعم خود ’’عقل و دانش‘‘ کا مرقع ہوتے ہوئے محروم ہی نہیں رہتے، اللہ، اس کے فرشتوں اور رسولوں کی لعنتوں کے زیر بار کفر و شرک کی انتہائی پستیوں میں گر کر ہمیشہ ہمیشہ کیلئے عذاب خداوندی کے مستحق قرار پاتے ہیں۔ کتنا فرق ہے

حسن ز بصرہ، بلال از حبش، صہیب از روم زخاک مکہ ابوجہل ایں چہ بوالعجبی است

پھر اسی طرح رحمۃ للعلمین ﷺ جو ہمیشہ تک کے لئے رحمۃ للعلمین ہیں، کا دربار فیض کھلا ہے اور ندا آ رہی ہے۔

در فیض محمد ﷺ وا ہے، آئے جس کا جی چاہے نہ آئے آتش دوزخ میں جائے جس کا جی چاہے

اس دربار پرانوار علیٰ صاحبہ الصلوۃ والسلام کے فیض کی تجلیات سارے جہان کو ہی نہیں، دونوں جہان کو سیراب کر رہی ہیں، خزانوں کے منہ کھلے ہیں، حاجت روائی ہو رہی ہے، جھولیاں بھری جا رہی ہیں، دکھ درد دور کئے جا رہے ہیں، دین و ایمان کے اجالے دلوں کو چمکا رہے ہیں، علم و عرفان کی دولتیں تقسیم ہو رہی ہیں۔ کسی کو غوث اعظم، کسی کو داتا گنج بخش، کسی کو غریب نواز، کسی کو محبوب الہی، کسی کو لا ثانی اور کسی کو نقش لا ثانی بنایا جا رہا ہے۔ (رضی اللہ عنہم) کہیں نور الدین زنگی، صلاح الدین ایوبی، محمود غزنوی، احمد شاہ ابدالی علیہم الرحمۃ کو مخصوص محاذ سونپے جا رہے ہیں۔ کہیں امام غزالی، مولائے روم، شاہ ولی اللہ دہلوی اور ان کے لخت جگر شاہ عبدالعزیز کو علم و عرفان سے نوازا جا رہا ہے تو کہیں حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی اور مجدد ملت حضرت شاہ محمد احمد رضا خاں بریلوی کو اسلام دشمنوں کے مقابلے میں کھڑا کر کے فتح کا مژدہ دیا جا رہا ہے (علیہم الرضوان)

اسی دور میں چند لوگ بزعم خود تفسیر و حدیث میں غرق ہو کر اصل حیات سرکار رحمۃ للعلمین علیہ الصلوۃ والسلام کے باغی بنتے ہیں اور دین و دنیا سے محروم ہو رہے ہیں۔ نہ ان کو ان کے علم غیب کا اقرار، نہ حاضر و ناظر ہونے پر یقین، نہ خداداد کمالات و تصرفات پر ایمان بلکہ نہ حیات النبی ﷺ کے قائل۔ دل بغض سے تاریک، آنکھیں تعصب سے بند، زبانیں حق بیانی سے عاری، رفتار بے ڈھنگی اور گفتار دلخراش۔ ساری عمر بغض رسول ﷺ کے لئے وقف کر دی اور مرتے مرتے، جلتے جلتے، بکتے بکتے دوزخ میں پہنچ گئے۔

کچھ ایسے ہی پس منظر میں رب تعالیٰ نے محروم رہنے والوں اور قرآن پاک کے منکروں سے فرمایا

افبھذ الحدیث انتم مدھنون O و تجعلون رزقکم انکم تکذبون O (الواقعہ:۸۶،۸۱)

ترجمہ: تو کیا اس بات میں سستی کرتے ہو اور اپنا حصہ یہ رکھتے ہو کہ جھٹلاتے ہو۔

یعنی قرآن پاک نے تقدیریں بدل کے رکھ دیں مگر اے کافرو تم نے صرف اس کو جھٹلانے پر ہی اکتفا کیا۔

اے خداوند کریم، اے اپنے محبوب ﷺ دلنواز کے رب، اے رحمۃ للعلمین کو رحمۃ للعلمین بنانے والے ارحم الرحمین اللہ، ہم بیکسوں کو اپنے محبوب بندوں کے راستے (صراط مستقیم) پر چلا کر اپنی اور اپنے حبیب پاک ﷺ کی محبت سے نواز دے اور شیطانوں، کافروں، مشرکوں اور منافقوں کے راستے سے محفوظ فرما۔ آمین بجاہ سیدی حضور نقش لا ثانی قدس سرہ النورانی

شانِ اولیاء کرام رحمۃ اللہ علیہا

محقق دوراں جناب
علامہ حافظ نصر اللہ صاحب

☆☆☆☆

اَلا اِنَّ اَوْلِیَاءَ اللّٰہِ لا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلاھُمْ یَحْزَنُوْنَ ☆ اَلَّذِیْنَ آمَنُوا وَ کَانُوْا یَتَّقُوْنَ

سُن لو اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے نہ کچھ غم وہ جو ایمان لائے اور پرہیز گاری کرتے ہیں)

﴿سورہ یونس:٦٢-٦٤ پارہ-١١ رکوع -١٢﴾

(حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:)

اللہ تعالی کے بعض بندے وہ ہیں جو نہ نبی ہیں نہ شہداء لیکن قیامت کے دن اُن کے قرب الٰہی کی وجہ سے انبیاء اور شہداء بھی اُن پر رشک کرینگے صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ وہ کون لوگ ہیں وہ ایسے لوگ ہیں جو اللہ تعالی کے لیے آپس میں ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں نہ اُن میں کوئی رشتہ داری ہے نہ مالی منفعت اللہ کی قسم ان کے چہرے پرنور ہونگے اور وہ نور پر ہونگے (یعنی نور کے منبروں) اور جب لوگ خائف ہونگے انہیں کوئی خوف نہ ہوگا اور جب لوگ غمگین ہونگے انہیں کوئی غم نہ ہوگا اور یہ آیت تلاوت فرمائی ﴿سُن لو اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے نہ کچھ غم﴾ سورہ یونس (٦٢)

(ابوداود کتاب البیوع حدیث:٣٥٢٧-مشکاۃ کتاب الآداب حدیث:٥٠١٢-مراۃ شرح مشکاۃ ج٦/٥٩٢ نصیحۃ المسلمین محمد بن عبدالوہاب نجدی ص(٥٠))

اولیاء اللہ کے لئے دنیا کا خوف اور غم:

اولیاء اللہ کو کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہونگے۔ خوف کا تعلق مستقبل سے ہے اور غم کا تعلق ماضی سے ہے، یعنی ان کو ماضی میں کسی نعمت کے زوال کا ملال ہوگا نہ مستقبل میں کسی نعمت کے زوال کا خطرہ ہوگا۔ اس پر یہ اعتراض ہے کہ اگر اس سے مراد دنیا میں خوف اور غم کی نفی ہے تو یہ ثابت نہیں کیونکہ تمام اولیاء بلکہ تمام انبیاء کے راس و رئیس سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ ہیں اور آپ کو دنیا میں خوف بھی لاحق ہوا اور غم بھی۔ خوف کی مثال یہ حدیث ہے۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جس دن سورج کو گہن لگا اس دن رسول اللہ ﷺ خوف زدہ ہو گئے (مسلم حدیث نمبر:٩٠٦)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب آسمان پر ابر چھا جاتا تو آپ کا رنگ متغیر ہو جاتا اور آپ (خوف اور گھبراہٹ سے) کبھی حجرہ کے اندر جاتے اور کبھی باہر جاتے اور جب بارش ہو جاتی تو آپ سے خوف دور ہو جاتا۔ آپ فرماتی ہیں کہ میں نے اس کیفیت کی وجہ پوچھی تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے عائشہ مجھے خوف تھا کہ کہیں یہ ابر قوم عاد کے ابر کی طرح نہ ہو، انہوں نے جب اپنی بستیوں میں ابر کو آتے ہوئے دیکھا تو کہا: یہ ہم پہ برسنے والے بادل ہیں۔ (اور در حقیقت وہ اللہ کا عذاب تھا) بخاری(٣٢٠٦)

اور غم کی مثال یہ حدیث ہے کہ حضرت ابراہیم کے وصال پر آپ ﷺ نے فرمایا: آنکھیں رو رہی ہیں اور دل غمگین ہے اور ہم وہی بات کہیں گے جس سے ہمارا رب راضی ہو اور اے ابراہیم ہم تمہاری جدائی میں غمگین ہیں (بخاری ١٣٠٣) ان احادیث سے واضح ہو گیا کہ نبی ﷺ کو دنیا میں خوف بھی ہوا اور غم بھی تو پھر اولیاء اللہ کے متعلق کیسے کہا جا سکتا ہے کہ دنیا میں ان کو، کوئی خوف ہوگا نہ غم۔

اس کا جواب یہ ہے اولیاء اللہ کو دنیا میں ایسا خوف نہیں ہوگا جوان کے لئے باعث ضرر ہو(کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے لا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ اور عَلٰی ضرر کے لئے آتا ہے)اور جن احادیث میں آپ نے خوف کا ذکر ہے وہ خوف خدا ہے اور خوف خدا باعث ضرر(نقصان)نہیں بلکہ باعث نفع ہے اور جو شخص جتنا زیادہ اللہ کے قریب ہوتا ہے اس کو اللہ کا اتنا زیادہ خوف ہوتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: سنو اللہ کی قسم میں تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں اور تم سب سے زیادہ اللہ سے خشوع کرنے والا ہوں۔(بخاری ۱۱۰۸) اللہ تعالی فرماتا ہے: اللہ کے بندوں میں سے اللہ سے وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں۔(سورہ فاطر: ۳۵)

اور اولیاء اللہ سے غم کی نفی جو فرمائی ہے اس کا معنی یہ ہے کہ ان کو اپنے گناہوں کا غم نہیں ہوگا، اور اللہ کا ولی وہی ہوتا ہے جو اپنے آپ کو گناہوں سے باز رکھتا ہے اور اگر بالفرض بشری تقاضے سے اس سے کوئی گناہ ہو جائے تو وہ فوراً توبہ کر لیتا ہے اور نبی ﷺ تو سید المعصومین ہیں، آپ کے متعلق کسی معصیت پر غم کرنے کا کیا سوال ہے اور اس آیت میں جو غم کی نفی فرمائی ہے اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ ان کو دنیاوی نقصانات پر غم اور رنج نہیں ہوگا، دنیاوی نقصانات پر ان کو رنج ہوتا ہے اور وہ اس پر صبر کرتے ہیں اور اس میں ان کے لئے بہت اجر اور بڑے درجات ہوتے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے ہم ضرور تمہیں آزمائیں گے تھوڑے سے ڈر سے اور بھوک اور مال اور جان اور پھلوں کی کمی سے اور صبر کرنے والوں کو خوشخبری سنا دیجئے۔(سورہ بقرہ ۱۵۵)

اولیاء اللہ کے لئے آخرت کا خوف اور غم:

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ اگر اس آیت سے مراد یہ ہے کہ اولیاء اللہ کو آخرت میں خوف اور غم نہیں ہوگا تو حشر کے دن انبیاء علیہم السلام خوف زدہ ہوں گے اور سب نفسی نفسی فرما رہے ہوں گے، اس کا جواب یہ ہے کہ ان کو گناہوں پر عذاب اور گرفت کا خوف نہیں ہوگا، ان کو اللہ تعالی کی جلال ذات سے خوف ہوگا اور یہ خوف ان کے لئے قرب الٰہی کی علامت ہے اور ان کے لئے باعث نفع ہے، حدیث میں ہے: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس آیت کے متعلق پوچھا ﴿اور وہ لوگ جو کچھ دیتے ہیں اس حال میں دیتے ہیں کہ ان کے دل خوف سے لرز رہے ہوتے ہیں کہ وہ اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں ﴾(المومنون: ٦٠) کیا اس آیت میں ان لوگوں کا ذکر ہے جو شراب پیتے تھے اور چوری کرتے تھے؟ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں اے صدیق کی بیٹی! لیکن یہ وہ لوگ ہیں جو روزہ رکھتے تھے، اور نماز پڑھتے تھے اور صدقہ دیتے تھے اور ان کو یہ خوف ہوتا تھا کہ(کہیں ایسا نہ ہو کہ) ان کے یہ اعمال مقبول نہ ہوں، یہ وہ لوگ جو نیکی کے کاموں میں بہت جلدی کرتے تھے۔(ترمذی حدیث نمبر: ۳۱۷۵)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ نے متعدد بار جنت کی بشارت دی تھی اس کے باوجود وہ قبر کو دیکھ کر اس قدر روتے تھے کہ ان کی ڈاڑھی مبارک آنسوؤں سے تر ہو جاتی تھی۔ ترمذی: ۲۳۰۸)

اور یہ وہ نفوس قدسیہ ہیں جو گناہ نہ کرنے اور نیکیوں کی بہتات کے باوجود اللہ کی جلال ذات سے ڈرتے تھے اور یہ انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء کرام ہیں۔ اولیاء کرام خود تو بے خوف ہوتے ہی ہیں بلکہ جو ان سے تعلق اور نسبت قائم کر لیتا ہے وہ بھی بے خوف ہو جاتا ہے اللہ کے علاوہ کسی چیز سے نہیں ڈرتا:

مریدی لاتخف کہہ کر تسلی دی غلاموں کو
قیامت تک رہے بے خوف بندہ غوث اعظم کا

قاموس میں ہے(اَلْوَلْیُ اَلْقُرْبُ وَالدنو) یعنی ولی کا معنی قرب اور نزدیکی ہے- ولی اس سے اسم فاعل ہے اس کا معنی ہے قریب، محبّ، صدیق، مددگار-(وفی القاموس اَلْوَلْیُ اَلْقُرْبُ وَالدنو وَالْوَلِیُّ اِسْمٌ مِّنْهُ بِمَعْنَی الْقَرِیْبِ وَالْمُحِبِّ وَالصَّدِّیْقِ وَالنَّصِیْرِ)

قرب کی دو قسمیں ہیں عام اور خاص:

قرب کی دو قسمیں ہیں، ایک وہ قرب جو ہر انسان بلکہ کائنات کے ذرہ ذرہ کو اپنے خالق سے ہے اور اگر یہ قرب نہ ہو تو کوئی چیز موجود نہ ہو سکے۔ سورہ ق آیت (١٦) ترجمہ (ہم شہ رگ سے بھی زیادہ اُس سے قریب ہیں) میں اسی قرب کی طرف اشارہ ہے

دوسرا قرب وہ جو صرف خاص بندوں کو میسر ہے۔ اسے قربِ محبت کہتے ہیں۔ قرب کی ان دو قسموں میں نام کے اشتراک کے سوا کوئی وجہِ اشتراک نہیں۔ قربِ محبت کے بے شمار درجے ہیں ایک سے ایک بلند ایک سے ایک اعلیٰ ایمان شرطِ اوّل ہے۔ دولتِ ایمان سے مشرف ہونے کے بعد اہل عزم وہمت ترقی کے مختلف درجات طے کرتے ہوئے آگے بڑھتے چلے جاتے ہیں یہاں تک کہ اس بلند مقام پر فائز ہو جاتے ہیں جس کی وضاحت حضور رحمت عالمیان ﷺ نے یوں بیان فرمائی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میرا بندہ نوافل کے ذریعے میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اُس سے محبت کرنے لگتا ہوں اور جب میں اُس سے محبت کرتا ہوں تو اُس کی سماعت بن جاتا ہوں جس کے ساتھ وہ سنتا ہے اور اُس کی بصارت بن جاتا ہوں جس کے ساتھ وہ دیکھتا ہے۔ (بخاری کتاب الرقاق حدیث-٦٥٠٢-مشکاۃ کتاب الدعوات حدیث-٢٢٦٦)

اور اس قربِ محبت کا سب سے بلند اور ارفع مقام وہ ہے جہاں محبوب رب العالمین ﷺ فائز ہیں حضور ﷺ کا طائر ہمت جہاں محوِ پرواز ہے ان رفعتوں کو کوئی نہیں جان سکتا سوائے اس ذات بے ہمتا کے جس نے اپنے محبوب بندے ﷺ کو یہ ہمتیں اور حوصلے ارزانی فرمائے۔

صوفیاء کرام کی اصطلاح میں ولی اس کو کہتے ہیں جس کا دل ذکر الٰہی میں مشغول رہے شب و روز تسبیح وتہلیل میں مصروف ہو اس کا دل محبت الٰہی میں لبریز ہو اور کسی غیر کی وہاں گنجائش تک نہ ہو وہ اگر کسی سے محبت کرتا ہے تو اللہ کے لیے اگر کسی سے نفرت کرتا ہے تو اللہ کے لیے یہی وہ مقام ہے جسے فنا فی اللہ کا مقام کہتے ہیں۔

عارف باللہ علامہ مولانا قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

مرتبہ ولایت کے حصول کی یہی صورت ہے کہ بالواسطہ یا بلا واسطہ آئینہ دل پر آفتاب رسالت کے انوار کا انعکاس ہونے لگے اور پرتوِ جمالِ محمدی ﷺ قلب وروح کو منور کر دے اور یہ نعمت انہیں کو بخشی جاتی ہے جو بارگاہ رسالت میں یا حضور کے نائبین یعنی اولیاء امت کی صحبت میں بکثرت حاضر رہیں۔ مسنون طریقہ سے کثرتِ ذکر اس نسبت کو قوی کرتی ہے حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ہر چیز کے زنگ کو دور کرنے کے لیے کوئی نہ کوئی چیز ہوتی ہے دل کا زنگ ذکر اللہ سے دور ہوتا ہے۔ انہیں نفوسِ قدسیہ کی صحبت وہم نشینی کے متعلق احادیثِ طیبہ میں بار بار ترغیب اور شوق دلایا گیا ہے

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ان لوگوں سے میں ضرور محبت کرتا ہوں جو آپس میں میری وجہ سے پیار و محبت کرتے ہیں میری رضا جوئی کے لیے ایک دوسرے کی زیارت کرتے ہیں اور میری خوشنودی کے لیے خرچ کرتے ہیں۔ (مشکوٰۃ حدیث:٥٠١١)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے بارگاہ رسالت میں عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! اُس شخص کے بارے میں حضور کیا ارشاد فرماتے ہیں جو ایک قوم سے محبت کرتا ہے لیکن عمل وتقویٰ میں اُن کے برابر نہیں فرمایا ہر شخص کی سنگت اس کے ساتھ ہوگی جس سے وہ محبت کرتا ہے۔ (مشکوٰۃ ٥٠٠٨)

اولیاء اللہ کی دو قسمیں ہیں طالب اور مطلوب مرید اور مراد:

اولیاء اللہ کی دو قسمیں ہیں ایک وہ ہیں جو طالب اور مرید ہیں۔ دوسرے وہ ہیں جو مطلوب اور مراد ہیں۔ ایک وہ ہیں جو محبّ ہیں۔ ایک وہ ہیں جنہیں محبوبیت کی خلعتِ فاخرہ سے سرفراز کیا گیا ہے سابق احادیث میں جن اولیاء کا ذکر ہوا وہ طالب اور مرید ہیں اور جو مطلوب و مراد ہیں جو مقصود ومحبوب ہیں ان کے احوال کا بیان اس حدیث میں ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالی جب کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو حضرت جبریل کو بُلاتا ہے پھر فرماتا ہے کہ میں فلاں سے محبت کرتا ہوں تم بھی اُس سے محبت کرو چنانچہ حضرت جبریل اُس سے محبت کرتے ہیں پھر آسمان میں اعلان کرتے ہیں اور کہتے ہیں اللہ تعالی فلاں سے محبت کرتا ہے تم لوگ بھی اُس سے محبت کرو تو اُس سے آسمان والے محبت کرتے ہیں پھر اُس کے لیے زمیں میں قبولیت رکھ دی جاتی ہے (اور لوگ اس کے گرویدہ ہو جاتے ہیں) (مسلم کتاب البر والصلہ حدیث: ۲۶۳۷ -مشکاۃ کتاب الا داب حدیث: ۵۰۰۵، نصیحۃ المسلمین محمد بن عبدالوہاب نجدی ص (۴۹))

علامات اولیاء اللہ:

حضور نبی کریم ﷺ نے ان علامات اور خصوصیات کا ذکر بھی فرمایا جن سے ان مخزنِ خیرات و برکات ہستیوں کو پہچانا جا سکتا ہے چنانچہ علامہ موصوف نے چند احادیث ذکر کی ہیں جو ہدیہ ناظرین ہیں:-

حضور نبی کریم ﷺ سے پوچھا گیا (مَنْ اَوْلِيَاءُ اللّٰهِ) اولیاء اللہ کون ہیں فرمایا وہ لوگ جن کے دیدار سے خدا یاد آ جائے۔

حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: کیا میں تمہیں بہترین مسلمان کی خبر نہ دوں صحابہ نے عرض کی: ہاں یارسول اللہ ﷺ فرمایا: تم میں بہترین وہ ہیں جنہیں دیکھ کے خدا یاد آ جائے۔ (ابن ماجہ کتاب الزھد حدیث: ۴۱۱۹- مشکاۃ کتاب الاداب حدیث: ۵۰۲۳ -مراۃ شرح مشکاۃ ج ۶/۶۰۲)

کیونکہ ان کا دل وہ آئینہ ہے جس میں تجلیات الٰہی کا عکس پڑ رہا ہے اور جب کوئی چیز ایسے آئینہ کے مقابلہ میں رکھی جاتی ہے جس پر سورج کی کرنیں پڑ رہی ہوں تو وہ چیز بھی روشن ہو جاتی ہے بلکہ اگر آئینہ کا عکس روئی پر ڈالا جائے تو وہ جلنے لگتی ہے- حالانکہ سورج کی شعائیں اگر بلا واسطہ پڑیں تو وہ نہیں جلتی- اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ سورج سے دُور ہے اور آئینہ کے قریب ہے۔

ولی کی زیارت کے لیے جانے والا خدا کا محبوب بن جاتا ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک شخص نے اپنے بھائی سے دوسری بستی میں ملاقات کی اللہ تعالی نے اُس کے راستہ میں ایک فرشتہ کو مقرر کر دیا- وہ بولا تو کہاں جا رہا ہے اُس نے کہا کہ اس بستی میں اپنے ایک بھائی کا ارادہ کرتا ہوں وہ بولا تیرا اس پر کوئی احسان ہے جسے تو حاصل کرنا چاہتا ہے بولا نہیں اس کے سوا اور کوئی بات نہیں کہ مجھے اُس سے صرف اللہ کے لیے محبت ہے تب اُس فرشتہ نے کہا کہ میں تیری طرف اللہ کا قاصد ہوں کہ اللہ تجھ سے محبت کرتا ہے جیسے تو نے اُس سے محبت کی (مسلم کتاب البر والصلہ حدیث: ۲۵۶۷ -مشکاۃ کتاب الآداب حدیث: ۵۰۰۷-)

مفتی احمد یار خاں صاحب نے فرمایا: اُس آدمی نے فرشتہ سے کہا اُس سے میری محبت محض اس لیے ہے کہ وہ اللہ کا نیک بندہ ہے اور نیک بندوں کی محبت سے اللہ راضی ہوتا ہے بخشے ہوؤں سے ملاقات کرو تا کہ تم بھی بخشے جاؤ

اُٹھ فرید ستیا توں خلقت ویکھن جا
مت بخشیا مل جاوے توں بھی بخشیا جا

(اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْن) (سورۃ الاعراف ۵۶)

ترجمہ: اللہ کی رحمت نیک لوگوں کے قریب ہے۔

اُس فرشتہ نے کہا تیرا یہ عمل بارگاہ الٰہی میں قبول ہو گیا اور تیرا مقصد پورا ہو گیا یعنی تو اللہ کے ولی کی زیارت کے ارادہ سے اللہ کا محبوب بن گیا ہے۔ (مراۃ شرح مشکاۃ ج ۶/ ۵۸۷-۵۸۸)

جولوگ کہتے ہیں کہ بزرگوں کی طرف سفر کر کے جانا ناجائز ہے صرف تین مسجدوں کی طرف سفر کر سکتے ہیں وہ لوگ اس حدیث میں غور کریں کہ ولی کی طرف سفر کرنا نہ صرف جائز بلکہ اللہ کی رضا کا سبب ہے۔ ہر کہ خواہد ہم نشینی باخدا اُونشید درحضورِاولیاء (مولنا روم)

اولیاء کے در پہ ہم آئے تو منکر نے کہا درخُدا کا چھوڑ کر کیوں شرک میں ہو مبتلا خود پڑا بیمار تو در چھوڑ کر اللہ کا ڈاکٹر کے در پہ آ پہنچا دوا کے واسطے

اولیاءاللہ کی طرف سفر کرنے سے سوآدمیوں کا قاتل بخشا گیا:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم سے پہلی امتوں میں سے ایک شخص نے ننانوے قتل کیے پھر اس نے زمین والوں سے پوچھا کہ سب سے بڑا عالم کون ہے؟ اسے ایک بڑے راہب (عیسائیوں میں تارک الدنیا عبادت گذار) کا پتا بتایا گیا وہ شخص اس راہب کے پاس گیا۔ اور یہ کہا کہ اس نے ننانوے قتل کیے ہیں کیا اس کی توبہ ہو سکتی ہے؟ اس نے کہا نہیں اس شخص نے اس راہب کو بھی قتل کر کے سو کی گنتی پوری کر دی پھر اس نے زمین والوں سے پوچھا کہ سب سے بڑا عالم کون ہے؟ تو اس کو ایک عالم کا پتا دیا گیا اس شخص نے کہا کہ اس نے سو قتل کیے ہیں کیا اس کی توبہ ہو سکتی ہے؟ عالم نے کہا: ہاں! توبہ کی قبولیت میں کیا چیز حائل ہو سکتی ہے! فلاں فلاں جگہ جاؤ وہاں کچھ لوگ اللہ تعالی کی عبادت کر رہے ہیں تم ان کے ساتھ اللہ تعالی کی عبادت کرو اور اپنی زمین کی طرف واپس نہ جاؤ کیونکہ وہ بُری جگہ ہے وہ شخص روانہ ہوا جب وہ آدھے راستہ پر پہنچا تو اس کو موت نے آلیا، اور اس کے متعلق رحمت اور عذاب کے فرشتوں میں اختلاف ہو گیا۔ رحمت کے فرشتوں نے کہا یہ شخص توبہ کرتا ہوا اور دل سے اللہ تعالی کی طرف متوجہ ہوتا ہوا آیا تھا اور عذاب کے فرشتوں نے کہا اس نے بالکل کوئی نیک عمل نہیں کیا، پھر اُن کے پاس آدمی کی صورت میں ایک فرشتہ آیا، انھوں نے اس کو اپنے درمیان حَکم بنایا، اس نے کہا دونوں زمینوں کی پیائش کر و وہ جس زمین کے زیادہ قریب ہو اسی کے مطابق اس کا حکم ہوگا، جب انہوں نے پیائش کی تو وہ اس زمین کے زیادہ قریب تھا جہاں اس نے جانے کا ارادہ کیا تھا پھر رحمت کے فرشتوں نے اسکی روح قبض کرلی۔ بخاری (۳۴۷۰) مسلم (۲۷۶۶) اور بخاری کی ایک روایت ہے پس جس بستی کی طرف وہ جا رہا تھا اللہ تعالی نے اسے نزدیک ہونے کا حکم دیا اور جس بستی سے وہ آیا تھا اسے دور ہونے کا حکم دیا پھر فرشتوں کو حکم دیا کہ اس کی جائے وفات سے دونوں بستیوں کا فاصلہ ماپ لو تو اس بستی سے ایک بالشت نزدیک نکلا چنانچہ اس کی مغفرت کر دی گئی۔

اولیاء کرام کی وجاہت:

اس حدیث سے اولیاء کرام کی اللہ کے ہاں وجاہت اور قدر و منزلت معلوم ہوئی، کہ اگر کوئی گنہگار ان کے پاس جا کر توبہ کرنے کا صرف ارادہ کرے، ابھی وہاں گیا نہ ہوا اور توبہ نہ کی ہو تب بھی بخش دیا جاتا ہے تو جو لوگ ان کے پاس جا کر ان کے ہاتھ پر بیعت ہوں توبہ کریں اور ان کے وظائف پر عمل کریں، ان کے مرتبہ اور مقام کا کیا عالم ہوگا، اور یہ تو پہلی امتوں کے اولیاء کرام کی وجاہت ہے تو امت محمدیہ کے اولیاء کرام خصوصاً غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی اللہ کے ہاں قدر و منزلت اور وجاہت کا کیا عالم ہوگا اور جو مسلمان ان کے سلسلہ سے وابستہ ہیں ان کے لیے حصول مغفرت اور وسعت رحمت کی کتنی قوی اُمید ہوگی!

لیلۃ القدر کا بڑا مرتبہ ہے ایک رات میں عبادت کر لی جائے تو اس رات کی عبادت کا درجہ ایک ہزار راتوں کی عبادت سے زیادہ ہے، لیکن اگر کوئی اس رات کو پا کر عبادت نہ کرے تو اسے کوئی اجر نہیں ملے گا لیکن اولیاء اللہ کی کیا شان ہے کہ کوئی ان کے پاس جا کر عبادت اور توبہ نہیں کرتا صرف جانے کی نیت کر لیتا ہے تو بخش دیا جاتا ہے یہی حال کعبہ کا، کوئی شخص کعبہ کی زیارت اور اس میں عبادت کرے گا تو اجر وثواب ملے گا، اگر کعبہ تک نہیں پہنچا، تو اجر وثواب نہیں ملے گا، پھر لیلۃ القدر اور کعبہ میں عبادت سے اجر وثواب میں اضافہ ہوتا ہے بخشش کی ضمانت نہیں ہے، لیکن جو شخص اللہ والوں کے پاس جا کر توبہ کرنے کی نیت کر لے بخش دیا جاتا ہے۔ (شرح مسلم از علامہ غلام رسول سعیدی ج ۷ ص (۵۳۰))

جنہوں پاکاں دی نسبت مل جاوے اوہ جنتی اے

بھانویں کتا ہووے بیٹھا کوئی غار دے بوہے تے
از ہزاراں کعبہ یک دل بہتر است
کعبہ تعمیر خلیل اطہر است دل گذرگاہ جلیل اکبر است

جب اللہ کے ولی کی یہ شان ہے تو پھر اللہ کے نبی کی کیا شان ہوگی اور پھر امام الانبیاء حبیب کبریا کی کیا شان ہوگی بعض لوگ کہتے ہیں کہ اللہ شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے پھر اولیاء کے پاس جانے کی کیا ضرورت ہے؟ مجھے بتاؤ اللہ تعالی اس سو آدمیوں کے قاتل کے قریب تھا یا دُور؟ اللہ تو قریب تھا لیکن وہ آدمی اللہ سے دور تھا تو اس سے کہا گیا تو اُن لوگوں کے پاس چلا جا جو اللہ کے قریب ہیں اور اللہ اُن کے قریب ہے جو رحمت اُن پر برس رہی تو اگر اُن کے پاس چلا جائے ہوسکتا ہے رحمت کا چھینٹا تجھ پر بھی پڑ جائے کیونکہ خدا کی رحمت تو ہر جگہ ہے لیکن یہ اولیاء اللہ اُس کی رحمت حاصل کرنے کے اسٹیشن ہیں ﴿بیشک اللہ کی رحمت نیکوں سے قریب ہے﴾ سورۂ اعراف:۵۶- پارہ-۸- رکوع ۱۴ اللہ تعالی نے فرمایا ﴿اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ تلاش کرو﴾ سورہ المائدہ آیت (۳۵) پارہ-۶- رکوع ۱۰

ہر کہ خواہد ہم نشینی باخدا اونشیند در حضورِ اولیاء

معلوم ہوا کہ اولیاء کے پاس جانا خدا کے پاس جانا ہے کیونکہ اُسی کے حکم سے جارہے

اللہ اللہ کیے جانے سے نہ اللہ ملے
اللہ والے ہیں جو اللہ سے ملادیتے ہیں
بندہ بنتا ہے خدا کا تو گدا بن اُن کا
جو فقیروں کو شہنشاہ بنا دیتے ہیں

اولیاءاللہ کی بارگاہ میں حاضر ہونے سے خدا تعالیٰ مل جاتا ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالی قیامت کے دن فرمائے گا: اے ابن آدم میں بیمار ہوا تو نے میری عیادت نہیں کی۔ وہ عرض کرے گا۔ اے میرے رب میں تیری عیادت کیسے کرتا حالانکہ تو تمام جہانوں کا رب ہے۔ اللہ تعالی فرمائے گا کیا تجھے معلوم نہیں کہ میرا فلاں بندہ بیمار تھا اگر تو اس کی عیادت کرتا تو مجھے اس کے پاس پاتا۔ اے ابن آدم میں نے تجھ سے کھانا مانگا تو نے مجھے کھانا نہیں کھلایا وہ عرض کرے گا۔ اے میرے رب میں تجھے کھانا کیسے کھلاتا حالانکہ تو تمام جہانوں کا رب ہے اللہ تعالی فرمائے گا۔ کیا تجھے معلوم نہیں کہ میرے فلاں بندے نے تجھ سے کھانا مانگا تھا اگر تو اس کو کھانا کھلا دیتا تو تُو اس کو میرے پاس پاتا۔ اے ابن آدم میں نے تجھ سے پانی مانگا تو نے مجھے پانی نہ پلایا وہ عرض کرے گا۔ مولا میں تجھے کیسے پانی پلاتا تو تو تمام جہانوں کا رب ہے اللہ تعالی فرمائے گا تجھ سے میرے فلاں بندے نے پانی مانگا تو نے اُسے نہ پلایا اگر تو اُسے پلاتا تو آج اس کا اجر تو میرے پاس پاتا۔ (مسلم کتاب البر والصلہ حدیث:۲۵۶۹) مشکاۃ کتاب الجنائز حدیث (۱۵۲۸))

اس سے معلوم ہوا فقراء و مساکین اللہ کی رحمت ہیں ان کے پاس جانے سے ان کی خدمتیں کرنے سے رب مل جاتا ہے تو اولیاء کرام کا کیا پوچھنا اُن کی صحبت رب ملنے کا ذریعہ ہے (اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ) سورۃ الاعراف (۵۶)

ہر کہ خواہد ہم نشینی باخدا اُونشید درحضورِ اولیاء (مولنا روم)

علامہ اقبال فرماتے ہیں:

تمنا دردِ دل کی ہو تو کر خدمت فقیروں کی
نہیں ملتا یہ گوہر بادشاہوں کے خزینوں میں

نہ تخت و تاج میں نہ لشکر و سپاہ میں ہے
جو بات مردِ قلندر کی بارگاہ میں ہے

اس میں اشارۂ فرمایا گیا کہ بندۂ مومن بیماری کی حالت میں رب تعالی سے اتنا قریب ہوتا ہے کہ اس کے پاس آنا گویا رب کے پاس ہی آنا ہے اُن کی بیمار پرسی یا خدمت رب کی اطاعت ہے بشرطیکہ صابرو شاکر ہو اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بندہ کی امداد اللہ ہی کی امداد ہے کیونکہ اللہ کے اذن سے ہے اور اللہ تعالی نے خود ہی اُن کے کاموں کو اپنی طرف منسوب فرمادیا ہے اس سے وہ لوگ عبرت حاصل کریں جو اولیاء اللہ کو من دون اللہ کہتے ہیں حالانکہ من دون اللہ ناپاک ہیں من دون اللہ بُت ہیں اللہ نے اُن کی مذمت اور برائی بیان کی ہے کہ من دون اللہ باطل ہیں تو کیا اولیاء اللہ اور انبیاء علیہم السلام باطل ہو سکتے ہیں معلوم ہوا کہ ''من دون اللہ،، اور ہیں اولیاء اللہ اور ہیں ''من دون اللہ،، غیر اللہ ہیں اور اولیاء اللہ حبیب اللہ ہیں علامہ اقبال فرماتے ہیں:

سمجھ میں نقطۂ توحید آ تو سکتا ہے
تیرے دماغ میں بُت خانہ ہو تو کیا کہیے

''من دون اللہ،، یعنی بتوں سے عداوت عبادت ہے اور انبیاء و اولیاء اللہ سے عداوت و دشمنی اللہ تعالی سے اعلان جنگ ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے جو میرے کسی ولی سے دشمنی رکھے میں اُس کے خلاف اعلانِ جنگ کرتا ہوں بخاری کتاب الرقاق حدیث-۶۵۰۲

عقل ہوتی تو خدا سے نہ لڑائی لیتے یہ
گھٹائیں اُسے منظور بڑھانا تیرا
وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ کا ہے سایہ تجھ پر
بول بالا ہے تیرا ذکر ہے اُونچا تیرا
مٹ گئے مٹتے ہیں مٹ جائیں گے اعداء تیرے
نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا

اولیاء کرام کی بارگاہ میں حاضری دینے سے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں اور دلی مرادیں حاصل ہوتی ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تبارک وتعالی کے کچھ گشت کرنے والے فرشتے ہیں جو ذکر کی مجالس کو ڈھونڈتے پھرتے ہیں جب وہ ذکر کی کوئی مجلس دیکھتے ہیں تو ان (ذاکرین) کے ساتھ بیٹھ جاتے ہیں اور اپنے پروں سے بعض فرشتے بعض دوسرے فرشتوں کو (اوپر تلے) ڈھانپ لیتے ہیں، حتی کہ زمین سے لیکر آسمان دنیا تک جگہ بھر جاتی ہے جب مجلسِ ذکر برخاست ہوتی ہے تو یہ فرشتے آسمان کی طرف چڑھ جاتے ہیں پھر اللہ عزوجل ان سے سوال کرتا ہے حالانکہ اس کو اُن سے زیادہ علم ہوتا ہے تم کہاں سے آئے ہو؟ وہ کہتے ہیں کہ ہم زمین پر تیرے بندوں کے پاس سے آئے ہیں جو سبحان اللہ، اللہ اکبر، لا الہ الا اللہ اور الحمد للہ کہہ رہے تھے اور تجھ سے سوال کرر ہے تھے۔ اللہ تعالی فرماتا ہے: وہ مجھ سے کیا سوال کرر ہے تھے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں وہ تجھ سے تیری جنت کا سوال کرر ہے تھے اللہ تعالی فرماتا ہے: کیا انہوں نے میری جنت کو دیکھا ہے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں نہیں اے میرے رب! اللہ تعالی فرماتا ہے اگر وہ میری جنت کو دیکھ لیتے تو؟ فرشتے عرض کرتے ہیں اور وہ تجھ سے پناہ طلب کرتے تھے اللہ تعالی فرماتا ہے وہ کس چیز سے میری پناہ مانگتے ہیں؟ فرشتے عرض کرتے ہیں اے رب تیری دوزخ سے پناہ مانگتے تھے۔ اللہ تعالی فرماتا ہے: کیا انہوں نے میری دوزخ کو دیکھا ہے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں نہیں اللہ تعالی فرماتا ہے اگر وہ میری دوزخ

کو دیکھ لیتے تو پھر کس قدر پناہ مانگتے! فرشتے عرض کرتے ہیں اور وہ تجھ سے استغفار کرتے تھے اللہ تعالی فرماتا ہے میں نے اُن کو بخش دیا اور جو کچھ انہوں نے مانگا میں نے اُن کو عطا کر دیا اور جس چیز سے انہوں نے پناہ مانگی اُس سے میں نے انہیں پناہ دے دی فرشتے عرض کرتے ہیں اے میرے رب اُن میں فلاں بندہ خطا کار تھا وہ اُس مجلس کے پاس سے گزرا اور اُن کے ساتھ بیٹھ گیا اللہ تعالی فرماتا ہے: میں نے اُسے بھی بخش دیا یہ وہ لوگ ہیں کہ اُن کے ساتھ بیٹھنے والا بھی محروم نہیں کیا جاتا! (مسلم کتاب الذکر والدعاء حدیث:۲۶۸۹- بخاری کتاب الدعوات حدیث (۶۴۰۸) مشکاۃ کتاب الدعوات حدیث:۲۲۶۷)

اس حدیث میں علماء صالحین اور اولیاء اللہ کی عظیم فضیلت کا بیان ہے کیونکہ کعبہ اور لیلۃ القدر بھی کریم ہیں اور ان کی وجہ سے اجر وثواب بڑھتا ہے لیکن جو کعبہ میں جا کر عبادت کرے یا لیلۃ القدر پا کر عبادت کرے اُس کا اجر وثواب بڑھتا ہے اور جو عبادت نہ کرے اُس کو اجر وثواب نہیں ملتا لیکن اولیاء اللہ کو اللہ تعالی نے ایسا مرتبہ عطا کیا ہے کہ جوان کی مجلس میں چلا جائے عبادت کرے یا نہ کرے بخشا جاتا ہے نیز کعبہ اور لیلۃ القدر کی وجہ سے اجر وثواب میں اضافہ تو ہوتا ہے لیکن بخشش کی ضمانت نہیں ہے اور جو ذکر کرنے والوں کی مجلس میں آ کر بیٹھ جائے اُسے مغفرت اور بخشش کی نوید سنادی گئی۔

نہ تخت وتاج میں نہ لشکر و سپاہ میں ہے
جو بات مردِ قلندر کی بارگاہ میں ہے

اب جو لوگ اولیاء کرام کی بارگاہ میں حاضری سے روکتے ہیں تو ان کا مقصد کیا ہے مقصد یہی ہے کہ ہم نے تو دوزخ میں جانا ہی ہے تو یہ مسلمان بھی جنت میں نہ جاسکیں جیسے شیطان ہر نیک بات سے روکتا ہے ایسے ہی منافق بھی ہر نیک بات سے روکتے ہیں جیسا کہ قرآن پاک میں منافقوں کی نشانی بیان کی گئی ہے کہ ﴿وہ برائی کا حکم دیتے ہیں اور نیکی سے روکتے ہیں﴾ (سورۃ التوبہ آیت ۶۷) دوسری بات ہے کہ یہ نبی کا مقابلہ کر رہے ہیں حضور ﷺ فرما رہے ہیں کہ ان کے پاس جانے سے دلی مرادیں پوری ہوتی ہیں اور گناہ معاف ہوتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ ان کے پاس جانے سے کچھ نہیں ملتا۔ اس سے بڑا گستاخ کون ہوگا جو نبی کا مقابلہ کرے کیونکہ نبی سے عداوت اللہ سے عداوت ہے۔

؎ عقل ہوتی تو خدا سے نہ لڑائی لیتے
یہ گھٹائیں اُسے منظور بڑھانا تیرا
مٹ گئے مٹتے ہیں مٹ جائیں گے اعداء تیرے
نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا

اور جو اولیاء کرام کے پاس جا رہا ہے وہ خود جا رہا ہے یا وہ بھیج رہا ہے جو شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے اگر وہ خود جا رہا ہے تو اُس کا جانا بیکار ہے اور اگر وہ اللہ کے حکم سے جا رہا ہے تو اُس کو روکنے والا ضرور شیطان ہے اللہ تعالی نے فرمایا ﴿اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ﴾ سورۃ التوبہ آیت (۱۱۹) پارہ-۱۱-رکوع-۴)

اولیاء اللہ کا نام لینے سے کافروں کو دولتِ ایمان نصیب ہو جاتی ہے اور وہ دوسروں کے لئے دافع البلا بن جاتے ہیں

پیر طریقت رہبر شریعت سیدی حضور مفکر اسلام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

۱۹۲۷ء کا واقعہ ہے میں نے اس کو پڑھا ارشادات صوفیاء میں اور لکھنے والے ہیں مفسر قرآن مولانا نبی بخش حلوائی رحمۃ اللہ علیہ جو میرے پیرو مرشد کے استاد بھی تھے۔ اور حضور شہنشاہ لاثانی قدس سرہ العزیز کے خلیفہ مجاز بھی تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ علاقہ پسرور میں ایک گاؤں میں معزز ہندو خاندان تھے۔ ہندوؤں کا ایک خاندان تھا۔ ان کی جوان بیٹی کو کوئی حاجت پیش آئی لیکن وہ کسی کو بتا نہیں سکتی تھی گھر والوں کو بھی نہیں، کسی اور کو بھی

نہیں۔ مسجد کے مولوی صاحب کے پاس آئی کہنے لگی حضرت میں کچھ مجبور ہوں۔ مہربانی فرمایئے اور مجھے میری پریشانی کا حل بتایئے مولانا فرمانے لگے رات کو جب تو اپنے بستر کی طرف جاتی ہے تو منہ دھولیا کر اور بغداد شریف کی طرف منہ کر کے چند دفعہ کہا کرو ''یا غوث اعظم المدد،، اس نے مولوی صاحب کی ہدایت پرعمل کیا چند دن یہ وظیفہ کیا، اللہ نے مہربانی فرمائی کام بن گیا۔لیکن اس وظیفے کے ساتھ اس کو ایسا سکون ملتا تھا کہ کام ہونے کے بعد بھی اس نے یہ وظیفہ نہیں چھوڑا۔ایک دفعہ رات کو ایک نہایت نورانی بزرگ تشریف لائے فرمانے لگے تو مسلمان ہو جا۔ کہنے لگی آپ کون ہیں؟ فرمایا جس کو تو ہر روز یاد کرتی ہے۔ میں وہی ہوں، میں عبدالقادر جیلانی جسے لوگ غوث اعظم کہتے ہیں میں وہی ہوں تو جو میرا نام لیتی ہے میں چاہتا ہوں کہ قیامت کے روز بھی میں تیری مدد کروں لیکن اس کے لئے ایمان شرط ہے۔تیری شفاعت نہیں ہوسکتی جب تک تو ایمان قبول نہ کرے۔

تو اس نے کہا ٹھیک ہو جاؤں گی۔ جب صبح اٹھی تو والدین سامنے ہیں۔ بھائی سامنے ہیں۔خاندان کے عز و وقار سامنے ہیں۔ جراءت نہیں مسلمان ہونے کی۔ دوسری رات آپ پھر تشریف لے آئے۔آپ نے فرمایا تو نے وعدہ کیا تھا مسلمان ہونے کا، کیوں نہیں ہوئی کہنے لگی صبح ہو جاؤں گی، اگلے دن وہ پھر مسلمان نہیں ہوئی ڈر گئی۔ والدین سے ماحول سے اور یہ لوگ بڑے متعصب تھے، مار بھی دیتے تھے اپنی اولاد کو، تیسری رات حضور غوث پاک تشریف لائے تو ہاتھ میں تلوار تھی۔ فرمایا تو مسلمان ہونا نہیں چاہتی میں تجھے ماردوں گا کہنے لگی آج مجھے آخری چانس دے دیں میں صبح ضرور مسلمان ہو جاؤں گی۔ وہ انہی مولوی صاحب کے پاس آئی اور مسلمان ہونے کا ارادہ ظاہر کیا اور کہا اس طریقے سے وہ نام جو آپ نے مجھے بتایا تھا مہربان ہیں۔فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن بھی میں تیری مدد کروں گا تم نے میرا نام جو لیا ہے۔مولوی صاحب کہنے لگے ٹھیک ہے کلمہ پڑھا دیتا ہوں لیکن فی الحال اپنے آپ کو ظاہر نہ کرو جس دن جمعہ ہوگا یہاں کئی دیہات کے لوگ آئیں گے ان کے سامنے آ کر کہنا کہ میں مسلمان ہونا چاہتی ہوں اور پھر کسی طالب علم کے ساتھ تمہارا نکاح بھی کر دیا جائے گا، چنانچہ اس طریقے وہ مسلمان ہوئی نکاح بھی کر دیا گیا اب اس کے بعد صورت حال یہ تھی کہ جو بیمار اس کے پاس آتا یا کسی بھی مصیبت میں گرفتار ہوتا۔ وہ گلاس پانی کا لیتی اس پر اس طرح کہتی ''یا غوثِ اعظم المدد،، اللہ مہربانی فرما دیتا۔ اس لئے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

﴿اَلْاَبْدَالُ فِی اُمَّتِی ثَلَاثُوْنَ بِهِمْ تَقُوْمُ الارْضُ وَبِهِمْ تُمْطَرُوْنَ وَبِهِمْ تُنْصَرُوْنَ﴾ ابدال میری امت میں تیس ہیں انہیں سے زمین قائم ہے انہیں کے سبب تم پر مینہ اترتا ہے انہیں کے باعث تمہیں مدد ملتی ہے۔ طبرانی شریف اللہ کے نبی کا وعدہ اللہ کا وعدہ ہے اس لئے یہ حضور کا ہی فرمان نہیں اللہ کا بھی فرمان ہے۔

میں علی پور شریف میں حاضر تھا۔ ہمارے دربار شریف میں اس زمانہ میں ایک باباجی ہوتے تھے، شیر محمد وہ تعویذ لکھا کرتے تھے۔ میں نے یہ واقعہ سنایا تو کہنے لگے ہاں میں اس خاتون کو بھی جانتا ہوں اس کے گاؤں کو بھی جانتا ہوں۔ ماہنامہ الحقیقہ بابت مئی ۲۰۰۷ء

واللہ وہ سن لیں گے فریاد کو پہنچیں گے
اتنا بھی تو ہو کوئی جو آہ کرے دل سے
بندہ مٹ جائے نہ آقا پہ وہ بندہ کیا ہے
بے خبر ہو جو غلاموں سے وہ آقا کیا ہے

حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

مَنِ اسْتَغَاثَ بِیْ فِی كُرْبَةٍ كُشِفَتْ عَنْهُ وَمَنْ نَادَانِی بِاسْمِیْ فِی شِدَّةٍ فُرِجَتْ عَنْهُ وَمَنْ تَوَسَّلَ بِی اِلَی اللهِ فِی حَاجَةٍ قُضِيَتْ. یعنی جو کوئی رنج وغم میں مجھ سے مدد مانگے تو اس کا رنج وغم دور ہوگا اور جو سختی کے وقت میرا نام لے کر مجھے پکارے تو وہ شدت رفع ہوگی اور جو کسی حاجت میں رب کی طرف مجھے وسیلہ بنائے تو اس کی حاجت پوری ہوگی

پھر اسی جگہ فرماتے ہیں دو رکعت نماز پڑھے ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد ۱۱-۱۱ بار سورہ اخلاص پڑھے سلام پھیر کر ۱۱ بار صلاۃ وسلام پڑھے پھر بغداد شریف کی طرف گیارہ قدم چلے میرا نام لے اور اپنی حاجت کا ذکر کرے اللہ کے اذن سے اُس کی حاجت پوری ہوگی۔ پھر یہ شعر پڑھے

اَیُدْرِکُنِی ضَیْمٌ وَاَنْتَ ذَخِیْرَتِی
وَاُظْلَمُ فِی الدُّنْیَا وَاَنْتَ نَصِیْرِیْ
وَعَارٌ عَلٰی حَامِی الْحَمٰی وَھُوَ مُنْجِدِی
اِذَا ضَاعَ فِی الْبَیْدَاءِ عِقَالُ بَعِیْرِیْ

اس نماز کو امام شمس الدین ذہبی اور امام جزری کے استاذ علامہ علی بن یوسف الشطنوفی نے بہجۃ الاسرار میں اور علامہ محمد بن یحی التاذفی نے قلائد الجواہر میں اور شیخ عبدالحق محدث دھلوی نے زبدۃ الأسرار میں اور شارح مشکاۃ محدث کبیر مولانا علی قاری نے اپنی کتاب ,,نزہۃ الخاطر الفاتر فی سیدی الشریف عبدالقادر،، میں نقل کیا ہے پھر مولانا علی قاری فرماتے ہیں وَقَدْ جُرِّبَ ذَلِكَ مِرَارًا فَصَحَّ بارہا اس نماز غوثیہ کا تجربہ کیا گیا تو درست نکلا۔

اولیاء کرام دفع البلا ہوتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں زمین والوں پر عذاب اتارنا چاہتا ہوں جب میں اپنے گھر آباد کرنے والوں اور میرے لئے محبت کرنے والوں اور پچھلی رات کو استغفار کرنے والوں کو دیکھتا ہوں تو اپنا غضب ان سے پھیر لیتا ہوں۔ (جامع صغیر ،والدیلمی، بیہقی)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بیشک اللہ عزوجل نیک مسلمانوں کے سبب اس کے ہمسائے میں سو گھر والوں سے بلا دفع کرتا ہے۔ (رواہ الطبرانی)

اولیاء کرام کا دافع البلاء حاجت روا مشکل کشا ہونا صحیح حدیث سے ثابت ہے۔

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ﴿کان الغُلامُ یُبْرِئُ الاَکْمَهَ وَالاَبْرَصَ وَیُدَاوِی النَّاسَ مِنْ سَائِرِ الادواء﴾ وہ لڑکا مادرزاد اندھے اور برص والے اور لوگوں کی تمام بیماریوں کا علاج کرتا تھا۔ مسلم شریف کتاب الزہد والرقاق باب قصہ اصحاب الاخدود حدیث نمبر ۳۰۰۵

ولی کی نگاہ نے حافظ قرآن بنا دیا:

ایک شخص مولانا محمد اسماعیل صاحب (وڈے میاں صاحب) کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا حضور میری شادی ہوئی ہے میری بیوی حافظ قرآن ہے اور میں ان پڑھ ہوں وہ مجھے قریب نہیں آنے دیتی اور کہتی ہے کہ پہلے قرآن مجید یاد کرو۔ یہ سن کر وڈے میاں صاحب نے فرمایا چھ مہینے ہمارے پاس رہو اور قرآن مجید یاد کرنا شروع کرو انشاء اللہ حافظ قرآن بن جاؤ گے۔ اس نے نہایت عاجزی سے عرض کیا حضور بہت مشکل ہے مہربانی کیجئے آپ کو رحم آ گیا اور فرمایا اچھا یوں کرو کل فجر کی نماز میرے پیچھے پڑھو لیکن دائیں طرف کھڑے ہونا پھر جب آپ نے دوسرے دن فجر کی نماز پڑھائی اور دائیں طرف سلام پھیرا السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہ تو دائیں طرف والے سارے نمازی حافظ قرآن بن گئے اور بائیں طرف والے ان پڑھ نمازی ناظرہ خواں بن گئے۔ (علماء ہند کا شاندار ماضی ص ۳۹۱) عطاء حق از مفتی امین صاحب ص ۴۱)

حضور غوث پاک کے مدرسہ کی برکت سے عذاب قبر معاف کر دیا گیا:

حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

جومسلمان شخص میرے مدرسہ کے کسی دروازے سے بھی گذرے گا تو قیامت کے دن اس کے عذاب سے تخفیف ہوگی۔ (طبقات الکبری بہجۃ الاسرار)

ایک روز بغداد شریف کا ایک آدمی حاضر خدمت ہوا اورعرض کی میرے والد کا انتقال ہوگیا ہے وہ خواب میں مجھے کہہ رہے ہیں کہ میں عذاب قبر میں مبتلا ہوں تم حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوکر میرے لئے دعا کراو۔ آپ نے ارشادفرمایا: کیا تمہارا والد میرے مدرسہ کے دروازہ سے کبھی گذرا تھا اس نے بتایاہاں۔ آپ یہ سن کر خاموش ہو گئے۔ دوسرے دن اس نے حاضر ہوکر عرض کیا کہ میں نے اپنے والد کو خواب میں دیکھا ہے کہ وہ خوش وخرم ہیں اور سبز لباس زیب تن ہے اور مجھے کہا کہ اب مجھ سے شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ کی دعا کی برکت سے عذاب دور کردیا گیا ہے اور مجھے نصیحت کی کہ تم ان کی خدمت میں حاضری دیتے رہا کرو۔ آپ نے یہ سن کرارشادفرمایا بیشک میرے رب نے مجھ سے یہ وعدہ فرمایا ہے جو مسلمان شخص میرے مدرسہ کے کسی دروازے سے بھی گذرے گا تو میں اس کے عذاب میں تخفیف کردوں گا۔ (بہجۃ الاسرار)

مدرسہ کی گھاس اور کنواں:

ایک دفعہ آپ کے عہد میں بغداد شریف میں مرض طاعون ظاہر ہوا اور اس نے اس قدر زور پکڑا کہ ہر روز ہزار ہزار آدمی اور عورتیں مرنے لگے۔ لوگوں نے حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ سے اس مصیبت اور پریشانی کا تذکرہ کیا تو آپ نے ارشادفرمایا: ہمارے مدرسہ کے اردگرد جو گھاس ہے اس کو رگڑ کراوپر لگاؤ اور اسی کو کھاؤ اللہ تعالی بیمار لوگوں کو اس سے شفا دے گا۔ نیز فرمایا جو شخص مدرسہ کے کنویں کا پانی پیئے گا اس کو بھی شفا حاصل ہوگی لوگوں نے آپ کے فرمان کے مطابق عمل کیا تو ان کو شفا کامل حاصل ہوگئی پھر اس کے بعد دوبارہ آپ کے عہد میں طاعون کی وبا قطعاً نہ آئی۔ (تفریح الخاطر)

وصال کے بعد بھی اولیاء کرام کا فیض جاری رہتا ہے اوران سے مدد مانگنا جائز ہے:

شارح بخاری حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

امام حاکم نے کہا میں نے ابوعلی نیشا پوری سے سنا کہ انہوں نے فرمایا: میں ایک مرتبہ سخت غمگین تھا کہ میں نے خواب میں نبی کریم ﷺ کا دیدار کیا آپ ﷺ نے فرمایا: ”یحی بن یحی کی قبر پر جاوہاں جا کر استغفار کر اور سوال کر تیری حاجت پوری ہوجائے گی،، وہ فرماتے ہیں جب صبح ہوئی تو میں نے یہ کام کیا یعنی ان کی قبر پر حاضری دی تو میری حاجت پوری ہوگئی۔ تہذیب التہذیب جلد ۱۱ص ۲۶۰

بلخ کا سوداگر اور بال مبارک:

علامہ سخاوی اور علامہ عبدالرحمٰن صفوری فرماتے ہیں:

بلخ میں ایک امیر کبیر سوداگر تھا اس کے دولڑکے تھے اس کے پاس نبی پاک ﷺ کے تین بال مبارک بھی تھے۔ جب وہ فوت ہوا تو دونوں لڑکوں نے جائیداد تقسیم کرلی اور ایک ایک بال مبارک بھی لے لیا اور تیسرے بال مبارک کے متعلق کہا اسے کاٹ کر آدھا آدھا لے لیتے ہیں۔ چھوٹے نے کہا اللہ کی قسم میں ایسا نہیں ہونے دوں گا۔ کون ہے جو آپ ﷺ کے بال مبارک کو توڑے۔

بڑے نے کہا کہ اگر تجھے ایسی ہی عقیدت ہے تو تو یہ تینوں بال لے لے اور اپنے حصہ کی جائیداد مجھے دے دے۔ چھوٹے نے کہا واہ رے قسمت مجھے اور کیا چاہئے۔ چنانچہ بڑے نے دولت لے لی اور چھوٹے نے بال مبارک وہ انہیں بڑے ادب واحترام سے رکھتا ان کی زیارت کرتا اور درود شریف پڑھتا۔ بڑے بھائی کا مال چند دنوں میں ختم ہوگیا۔ چھوٹے کے مال میں اللہ نے برکت دی اور وہ خوشحال ہوگیا۔ پھر جب وہ فوت ہوا تو کسی نے خواب میں نبی کریم ﷺ کا دیدار کیا اور ساتھ اسے بھی دیکھا تو نبی ﷺ نے فرمایا: اے میرے امتی لوگوں میں اعلان کردے کہ جس کو کوئی حاجت اور مشکل درپیش ہوتو وہ اس کی قبر پر حاضر ہوکر اللہ سے سوال کرے۔ القول البدیع، نزہۃ المجالس۔ (آب کوثر از مفتی امین صاحب ص ۳۳۲)

مودودی کا اولیاء کرام سے بغض اور بت پرستوں سے پیار:

مودودی لکھتا ہے: جولوگ حاجتیں طلب کرنے اجمیر یا سالار مسعود کی قبر یا ایسے ہی دوسرے مقامات (بغداد وداتا گنج بخش) جاتے ہیں وہ اتنا بڑا گناہ کرتے ہیں کہ قتل اور زنا کا گناہ اس سے کمتر ہے آخر اس میں اور خود ساختہ معبودوں (لات وعزی) کی پرستش میں فرق کیا ہے؟ (تجدید احیائے دین ص ۶۲) اپنی مشکلات میں ان اولیاء کرام کو وسیلہ بنانے کا حکم کس نے دیا ہے۔ اللہ نے اور اس کے رسول ﷺ نے چاہے وہ ولی زندہ ہوں یا وصال پا چکے ہوں کسی قسم کی کوئی قید نہیں کیا اللہ ورسول نے زنا اور قتل کا حکم دیا ہے (نعوذ باللہ) مودودی نے اولیاء کرام اور مسلمانوں کو کتنی بڑی گالی دی ہے۔ اور مسلمانوں کو مشرک کہا ہے۔ خواجہ معین الدین چشتی کوئی چھوٹی ہستی ہے نوے لاکھ کو کلمہ پڑھانے والے اور رسول اللہ ﷺ سے سلطان الہند کا لقب پانے والے۔ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حاضری دینے اور اپنی حاجت طلب کرنے والے۔ مودودی نے علامہ اقبال کو گالی دی ہے جو فرماتے ہیں:

خاک پنجاب از دم او زندہ گشت صبح ما از مہر او تابندہ گشت

اور مجدد الف ثانی کے متعلق فرماتے ہیں حاضر ہوا میں شیخ مجدد کی لحد پر وہ خاک کہ زیر فلک مطلع انوار علامہ اقبال اتنا دراز سفر کر کے مجدد الف ثانی کے مزار پر بغیر کسی حاجت کے حاضر ہوئے تھے مودودی نے حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کو گالی دی ہے جنہوں ملک شام میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے مزار پر حاضری دی۔ مودودی نے امام شافعی کو گالی دی ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:

امام شافعی فرماتے ہیں امام موسیٰ کاظم کی قبر قبولیت دعا کے لئے آزمودہ تریاق ہے۔ امام غزالی فرماتے ہیں مَنْ يُسْتَمَدُّ فِي حَيَاتِهِ يُسْتَمَدُّ بَعْدَ وَفَاتِهِ جس سے زندگی میں مدد مانگی جاسکتی ہے اس سے بعد وفات بھی مدد مانگی جاسکتی ہے۔ (حاشیہ مشکوۃ باب زیارت القبور)

امام شافعی فرماتے ہیں میں امام ابوحنیفہ کی قبر سے برکت حاصل کرتا ہوں جب مجھے کوئی حاجت پیش آتی ہے تو دو رکعت نماز پڑھتا ہوں اور ان کی قبر کے پاس اللہ سے سوال کرتا ہوں تو میری حاجت جلد پوری ہو جاتی ہے۔ (ردالمحتار، تاریخ بغداد)

اولیاء کرام سے دشمنی اللہ سے دشمنی ہے اور مسلمانوں کو مشرک کہنے والا احادیث کی رو سے خود مشرک ہے۔

مودودی کا مشرکین سے پیار لکھتے ہیں:

انسان خواہ خدا کا قائل ہو یا منکر خدا کو سجدہ کرتا ہو یا پتھر کو خدکی پوجا کرتا ہو یا غیر خدا کی جب وہ قانون فطرت پر چل رہا ہے اور اس کے قانون کے تحت ہی زندہ ہے تو لامحالہ وہ بغیر جانے بوجھے بلا عمد و اختیار خدا ہی کی تسبیح کر رہا ہے اسی کی عبادت میں لگا ہوا ہے اسی کے سامنے سربسجود ہے اور اسی کی تسبیح میں لگا ہوا ہے اس کا چلنا پھرنا، سونا، جاگنا کھانا پینا، اٹھنا، بیٹھنا سب اسی کی عبادت ہے۔ (تفہیمات جلد اول ص ۴۳)

رب تعالیٰ فرماتا ہے بتوں کو پوجنے والا شیطان کی عبادت کرتا ہے۔ دیکھا مودودی کا بتوں سے پیار اور اولیاء سے دشمنی اولیاء کرام کے وسیلے اور تعظیم کو شرک کہا اور بتوں کی پوجا کو عبادت کہا۔ خدا جب دین لیتا ہے تو حماقت آہی جاتی ہے

شرک کا فتویٰ لگانے والا خود مشرک ہوگا:

عن حُذَيفةَ بنِ اليمانِ رضي الله عنه قال قال رسول الله ﷺ:

((إِنَّ مَمَّا أَتَخَوَّفُ عَلَيْكُمْ رَجُلٌ قَرَأَ القرآنَ حَتَّى إِذَا رُؤِيَتْ بَهْجَتُهُ عَلَيْهِ وَكَانَ رِدَاءُهُ الإسلامَ اعْتَرَاهُ إِلَى مَاشَاءَ اللهُ انْسَلَخَ مِنْهُ وَنَبَذَهُ وَرَاءَ ظَهْرِهِ وَسَعَى عَلَى جَارِهِ بِالسَّيْفِ وَرَمَاهُ بِالشِّرْكِ))قَالَ: قُلْتُ يا نَبِيَّ اللهِ أَيُّهُمَا أَوْلَى بِالشِّرْكِ الْمَرْمِيُّ أَوِ الرَّامِيْ ؟ قَالَ((بَلِ الـرَّامِـيْ)). حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بیشک مجھے تم پر ایک ایسے شخص کا خوف ہے جو اتنا قرآن پڑھے گا کہ اس کے چہرے پر قرآن کی رونق بھی نظر آنے لگے گی اُس کا اوڑھنا بچھونا بھی اسلام بن جائے گا جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا اس کو یہ

حالت لاحق رہے گی پھراس سے یہ حالت چھن جائے گی اور وہ شخص قرآن حکیم اور اسلام کو پسِ پُشت ڈال کر اپنے پڑوسیوں پر شرک کا فتویٰ صادر کر کے اُن سے جنگ کرے گا حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کی یارسول اللہ اِن دونوں میں سے شرک کا حق دار کون ہوگا جن پر شرک کا فتویٰ لگے گا وہ، یا شرک کا فتویٰ صادر کرنے والا؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا بلکہ شرک کا فتویٰ صادر کرنے والا ہی شرک کا حق دار ہوگا۔ مسند ابویعلی امام احمد بن حنبل اور یحی بن معین نے اس کی توثیق کی ہے۔(تفسیر ابن کثیر سورۃ الاعراف آیت (۱۷۵) ج۲ص۲۷۵)

گستاخانِ اولیاء کا عبرت ناک انجام:

علامہ شیخ علی قاری صاحبِ مرقات فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن علی تمیمی شافعی بیان کرتے ہیں کہ میں تحصیلِ علم کے لیے بغداد آیا اور مدرسہ نظامیہ میں داخلہ لیا ابن سقا میرا ہم جماعت اور ہم سبق تھا ہم دونوں عبادت کرتے اور اہل اللہ کی زیارت کے لیے نکل جاتے بغداد میں ایک شخص کے لیے مشہور تھا کہ وہ غوثِ وقت ہے اور جب چاہتا ہے ظاہر ہوتا ہے اور جب چاہتا ہے غائب ہو جاتا ہے۔ایک دن میں،ابن السقاء اور نوعمری کے زمانہ میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی اِس غوث کی زیارت کو گئے۔راستہ میں ابن السقاء نے کہا آج میں ان سے ایک ایسا علمی مسئلہ پوچھوں گا جس کا وہ جواب نہیں دے سکیں گے۔ میں نے کہا میں بھی ایک مسئلہ پوچھوں گا دیکھیے اس کا وہ کیا جواب دیتے ہیں۔اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالی معاذ اللہ میں تو اُن سے کوئی مسئلہ نہیں پوچھوں گا بلکہ مجلس میں بیٹھ کر فیض زیارت اور فیض صحبت ہی حاصل کرونگا جب ہم تینوں ان کے مکان پر پہنچے تو دیکھا کہ وہ اپنی جگہ پر موجود نہیں ہیں- پھر تھوڑی دیر کے بعد اُن کو وہاں بیٹھے پایا-انہوں نے ابن السقاء کی طرف زہر آلود نگاہوں سے دیکھا اور غصہ سے فرمایا اے ابن السقاء! خدا تیرا بھلا نہ کرے تو مجھ سے وہ مسئلہ پوچھے گا جس کا مجھے جواب نہ آئے کان کھول کر سُن! تیرا مسئلہ یہ ہے اور اس کا جواب یہ ہے بیشک میں تجھ میں کفر کی بھڑکتی ہوئی آگ دیکھ رہا ہوں-اس کے بعد انہوں نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا: اے عبداللہ! تم مجھ سے مسئلہ پُوچھو گے کہ دیکھو میں کیا جواب دیتا ہوں تمہارا مسئلہ یہ ہے اور اس کا جواب یہ ہے تمہاری بے ادبی کے سبب میں دیکھ رہا ہوں کہ دنیا تیرے کانوں کی لو تک پہنچ چکی ہے پھر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالی کی طرف متوجہ ہوئے اور اپنے قریب بٹھا کر بہت احترام کیا اور فرمایا اے عبدالقادر تم نے ادب کی وجہ سے اللہ ورسول عزوجل ﷺ کو راضی کرلیا ہے میں دیکھ رہا ہوں کہ تو بغداد کے منبر پر بیٹھا ہوا وعظ کہہ رہا ہے اور لاکھوں انسان تیرے بیان سے فیض یاب ہو رہے ہیں اور تو کہہ رہا(قَدَمِی هٰذَاعَلٰی رَقَبَۃِ کُلِّ وَلِیِّ اللّٰہِ) میرا یہ قدم تمام اولیاء کی گردنوں پر ہے اور مجھے یہ بھی نظر آ رہا ہے کہ تمام اولیاء اللہ نے تیری بزرگی کے سامنے اپنی گردنوں کو جھکا دیا ہے وہ غوث یہ فرما کر ہماری نگاہوں سے غائب ہو گئے پھر ہم نے انہیں نہیں دیکھا ابن سقاء نے ہر علم میں شاندار کامیابی حاصل کی ساری دنیا میں اُس کے علم کا چرچا ہونے لگا بڑے بڑے علماء اس سے مناظرہ میں شکست کھا گئے عباسی خلیفہ نے اُسے اپنے خاص مصاحبوں میں داخل کیا اور روم کے بادشاہ کی طرف اُسے سفیر بنا کر بھیجا روم کے عیسائی بادشاہ نے اپنے تمام پادریوں کو جمع کیا اور ابن سقا کو مناظرہ کی دعوت دی ابن سقا نے تمام پادریوں کو شکست فاش دی اور لاجواب کر دیا بادشاہ اس صورت حال سے سخت پریشان ہوا اچانک اُس کی جوان لڑکی پر اُس کی نظر پڑ گئی اور وہ اُسے دل دے بیٹھا بادشاہ سے نکاح کی درخواست کی اس نے کہا عیسائیت قبول کرلو تو مجھے کوئی عذر نہیں ابن سقا نے فوراً اسلام کو خیر باد کہا اور مرتد ہو گیا بادشاہ نے اپنی لڑکی کا نکاح کر دیا نکاح کے ساتھ ہی اُس کے جسم میں کوڑھ کی بیماری پھیل گئی بادشاہ نے اُسے اُٹھوا کر شہر سے باہر پھینک دیا جو آدمی اُس کے پاس سے گزرتا تھا اُس پر لعنت بھیجتا تھا لوگ کہتے تھے یہ وہ آدمی ہے جس نے ایک ولی اللہ کی بے ادبی کی آخر وہ اسی حالت میں ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر گیا۔راوی کا بیان ہے کہ میں دمشق آیا سلطان نورالدین شہید رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے محکمہ اوقاف کا وزیر بنا دیا اور دنیا میرے کانوں کی لو تک پہنچ گئی میرے معاملہ میں بھی غوث کا کہنا صحیح ہوا مگر ایمان سلامت رہا کیونکہ میری بے ادبی اُس سے کم تھی اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالی کو میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ بغداد کی جامع مسجد میں کھڑے ہو کر فرما رہے ہیں(قَدَمِی هٰذَاعَلٰی رَقَبَۃِ کُلِّ وَلِیِّ اللّٰہِ) میرا یہ قدم تمام اولیاء کی گردنوں پر ہے

جن کی منبر بنی گردنِ اولیاء اُس قدم کی کرامت پہ لاکھوں سلام

(نزہۃ الخاطر الفاتر از شیخ علی قاری صاحب مرقات)

اس واقعہ سے کئی مسائل معلوم ہوئے

(۱) راستہ میں کہی ہوئی بات کو وقت کے غوث نے جان لیا اور آئندہ ہونے والے واقعات کو بھی بتادیا اولیاء کرام کا علم ثابت ہوا (۲) صاحبِ مرقات شارح مشکاۃ شیخ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ معلوم ہوا (۳) زیارتِ اولیاء کے لیے سفر کرنا سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ تعالی عنہ کی سنت ہے (۴) سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ تعالی عنہ کی فضیلت ثابت ہوئی (۵) گستاخ اولیاء بُری موت مرتا ہے یہاں تک کہ اُس کی دنیا بھی برباد اور اُس کا ایمان بھی برباد ہو جاتا ہے (خَسِرَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ کی تفسیر)

یہ میت ہے کسی بےادب کی رحمت پانے کے قابل نہیں ہے

اُن کے دشمن پہ لعنت ہے اللہ کی منہ دکھانے کے قابل نہیں ہے

(۶) اولیاء کرام کا ادب اللہ تعالی اور اس کے رسول ﷺ کی رضا کا سبب ہے (۷) اولیاء کرام کی بارگاہ میں حاضری اور فیض حاصل کرنے کا طریقہ (۸) اولیاء کرام کا دشمن اللہ کا دشمن ہے اولیاء کا دوست اللہ کا دوست ہے (۹) بےادب ولی نہیں بن سکتا اسی لیے بےادبوں میں ولی نہیں ہیں اور جس جماعت میں ولی ہوں وہ بےادب مشرک اور بدعتی نہیں ہو سکتی (۱۰) علم معیارِ حق نہیں شانِ اولیاء میں بےادبی کرنے والوں کا علم ان کے لیے وبال بن گیا اور اُن کی ساری محنت ضائع گئی شیطان بہت بڑا عالم تھا (۱۱) عورت کا فتنہ بہت بڑا ہے کیونکہ یہ شیطان کے جال اور رسیاں ہیں (اللہ اپنی پناہ میں رکھے) (۱۲) جب ولی کی بےادبی کرنے والا ایمان سے محروم ہو گیا پھر صحابی کی بےادبی اور پھر نبی ﷺ کی بےادبی کرنے والا ایمان دار کیسے رہ سکتا ہے اسی لیے امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں (مَنْ لَا اَدَبَ لَہٗ لَا عِلْمَ لَہٗ) جس کے پاس ادب کی دولت نہیں وہ علم سے محروم ہے (منبھات ابن حجر) اسی لیے سلطان العارفین سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

تسبیح پھری تے دِل نہ پھریا کی لینا تسبیح پھڑ کے ہو

علم پڑھیا تے ادب نہ سکھیا کی لینا علم نوں پڑھ کے ہو

چلے کٹے تے کجھ وی نہ کھٹیا کی لینا چلیاں وَڑ کے ہو

جاگاں باجھ دُدھ جمدے ناہیں باہو بھانویں لعل ہووَن کڑ کڑ کے ہو

اعظم چشتی صاحب لکھتے ہیں

پہلی منزل ادب عشق دی تے بناں ادب مراد نہ پاوے

بےادباں دی بستی اندر کدی ٹھنڈی وَا نہ آوے

ادب تھیں ودھ دولت کہڑی جہڑی رب تیکر پہنچاوے

تے اعظم اوہدے بخت سوَلے تے جنہوں ایہہ دولت مل جاوے

علامہ اقبال فرماتے ہیں

خاموش اے دل بھری محفل میں چلّانا نہیں اچھا

ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں

☆☆☆

حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دن

حضور مفکر اسلام علیہ الرحمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ربیع الاول شریف کی تکمیل کے بعد ربیع الآخر کا آغاز ہوتا ہے اور یہ عجیب حسن اتفاق ہے کہ ربیع الاول شریف کا تعلق اگر امام الانبیاء حضور احمد مجتبیٰ علیہ افضل التحیۃ والثناء کے ساتھ ہے تو ربیع الآخر حضور امام الاولیاء، سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کا مہینہ ہے۔ حضور خیر الوریٰ ﷺ کے ساتھ بارھویں تاریخ کی نسبت ہے تو حضور غوث الوریٰ علیہ الرحمہ والرضوان کے ساتھ گیارھویں کی۔ یعنی مہینہ مہینے کے ساتھ اور دن دن کے ساتھ۔

غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پیغمبر اعظم ﷺ سے یہ قرب دن اور مہینے کی حد تک نہیں بلکہ اولیاء اللہ میں آپ سب سے زیادہ مظہر مصطفےٰ ہیں (ﷺ) سیرت وصورت، اخلاق واطوار، مرتبہ ومقام اور پھر تصرفات واختیارات میں۔ سچ کسی کہنے والے نے کہا

غوثِ اعظم درمیان اولیاء　　　چوں محمد درمیان انبیاء

تبلیغی مساعی ہی کو لے لیجئے، حضور سرورِ عالم ﷺ بانی یا شارع دین ہیں تو حضور غوثِ پاک محی الدین یعنی دین کو زندہ کرنے والے۔ آپ کے زمانے میں دین کے چہرے پر کیا کیا گردوغبار پڑے ہوئے تھے، یقین کی شمع ٹمٹمانے لگی تھی۔ فلسفے کی تاریکیوں نے دلوں کو گھیر لیا تھا۔ 'عشق' ناپید ہورہا تھا اور 'عقل' چھارہی تھی۔ دنیا طلبی، نمود وریا اور ذہنی آوارگی انتہا کو پہنچ رہی تھی کہ نائب رسول، فرزند بتول، جگر گوشہ حیدر، وارثِ شبیر وشبر صلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وعلیہم وسلم نے آوازۂ حق بلند کیا اور دیکھتے ہی دیکھتے چند سالوں کے اندر اندر معاشرے کا نقشہ بدل کے رکھ دیا۔ جس کی بارگاہ میں چور چوری کی نیت سے آئے تو قطب بن کر جائے، اس کریم کی فیض رسانیوں کا کون اندازہ کرسکتا ہے، چنانچہ عیسائیوں، یہودیوں، ۔مشرکوں اور ملحدوں کی ایک بہت بڑی تعداد آغوش اسلام میں آئی لاکھوں کی تعداد دشمنان صحابہ واہل بیت نے توبہ کی اور انگنت فاسق، صالح بن بنے۔ اولیاء اللہ کا ہر سلسلہ آپ کی عظمت کا گواہ ہے۔

قادری ہو کہ نقشبندی ، سہروردی کہ چشتی نظامی !!!

سب کی گردن پہ ان کا قدم ہے، سب کے سب ان کے مدح سرا ہیں

الحمدللہ، اسلام زندہ ہے، دین باقی ہے اور جو عقائد ومعمولات ہمیں ورثے میں ملے ہیں، محفوظ ہیں۔ حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عقیدت اور ان کا عرس 'گیارھویں' کے نام سے منانا بھی اسی وراثتِ مقدسہ کا ایک حصہ ہے۔ شہر اور گاؤں ہر کہیں بغداد کے دلہا کی دھوم ہے اور گلی گلی 'یا غوث' کے نعروں سے گونج رہی ہے۔ بالیقیں پیرانِ پیر کی یہ محبت ہمارا عظیم ملی سرمایہ ہے مگر افسوس یار لوگوں نے اسے بھی غلط رنگ دے دیا ہے۔ کتنے ہی ایسے شہر اور دیہات ہیں جہاں گیارھویں شریف تو بڑے اہتمام سے منائی جاتی ہے مگر عموماً نماز اور دیگر شرعی احکام سے 'غفلت' سکھائی جاتی ہے یعنی بعض بدبخت کسی شیطان کے بہکاوے میں 'گیارھویں شریف' ہی سب کچھ سمجھ لیتے ہیں اور نماز روزے تک سے باغی ہوجاتے ہیں۔ یاد رکھیں غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دین کو زندہ کیا اور آج بھی جسے غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سچی محبت ہے، اس کا دین زندہ ہے وہ نماز اور

دیگر قرآنی احکام کا پابند ہے۔اس کے برعکس جو آپ کے نام پر دھوکہ دے رہا ہے، پیر، مولوی نہیں بلکہ شیطان ہے۔حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے سچے مریدوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے،

رَجَالِی فِی هَوَا جِهِم صِیَم   وَ فِی ظِلَمِ اللیَالی کَا للؤالی

ترجمہ: میرے مرد (یعنی مرید) سخت گرمیوں میں بھی روزہ دار رہتے ہیں اور رات کی تاریکیوں میں عبادت کر کر کے موتیوں کی طرح چمکتے ہیں۔

غرض ہر دور میں غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فیض جاری ہے اور ہر زمانے میں آپ کے سچے مرید شریعت کے پابند ہوتے ہیں۔

آج کوئی شخص آپ کی جھوٹی محبت کا دعویٰ کر کے شریعت کا بوجھ سر سے اتارنا چاہتا ہے تو اس کی وبال اسی کے سر ہے۔اس سلسلے میں بدبختی کی انتہا یہ ہے کہ بعض دیہات میں نوجوان عورتیں مکر و فریب کا جال بن کر یہ ظاہر کرتی ہیں کہ گویا غوثِ اعظم ان کے اندر 'حاضر' ہیں اور ان کی زبان سے وہی بول رہے ہیں معاذ اللہ! اللہ تعالیٰ ایسی شیطان عورتوں کو ہدایت دے یا تباہ و برباد کرے۔

جڑانوالہ، فیصل آباد اور گوجرہ میں سالانہ عرسوں کے مواقع پر حضور قبلہ عالم اعلیٰحضرت نقشِ لاثانی علیہ الرحمہ نے خود بنفسِ نفیس تشریف لے جا کر اس کی تشہیر کا خصوصی اہتمام فرمایا۔اب تک ماہنامہ 'انوار لاثانی' کا آغاز بھی ہو چکا تھا چنانچہ اسے بھی بزم کے آرگن کے طور پر قوم کے سامنے پیش کیا گیا۔ابھی اس کی سرگرمیاں ابتدائی کرحلے میں تھیں کہ ولایت کا آفتاب ۲۷ جولائی ۱۹۸۷ء کو نظروں سے اوجھل ہو گیا اور اس شبِ غم کے تاریک سائے چھا گئے۔سیدی و سندی اعلیٰحضرت پیر سید عابد حسین شاہ صاحب علیہ الرحمہ کو دستور کی روشنی میں سرپرست اعلیٰ منتخب کیا گیا اور آپ نے اولین خطبے میں اس کے لئے تن من دھن کی قربانی سے گریز نہ کرنے کا وعدہ کیا۔

علامہ صدیق ضیاء صاحب

حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فیض

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اس زمانہ میں کوئی شخص حضرت علی کرم اللہ اور حضرت پیرانِ پیر سے خوارق (کرامات) میں زیادہ مشہور نہیں۔اگر آج کسی کو خاص روح کے ساتھ مناسبت پیدا ہو جائے اور وہاں سے فیض حاصل کرے تو اکثر یہ فیض اس سے خالی نہیں کہ یا تو حضرت سرورِ عالم ﷺ سے ہو یا حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ سے یا حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے۔   (قطرات ترجمہ ہمعات ۴۵)

غوث الثقلین اور غوثِ اعظم کہنا جائز: حضرت غوث الثقلین قدس سرہ اور سب مشائخ سلسلہ پہلے پچھلے سب کی فاتح دے جیسے کہ اسے شرط کیا ہے مشائخ نے۔(انتباہ مترجم ۲۵) اور حضرت غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے طریقہ کی اصل نسبت اویسیہ ہے۔یہی وجہ ہے کہ حضرت غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فخر اور بڑائی کے کلمے ارشاد فرمائے ہیں اور آپ سے تسخیرِ عالم ظہور میں آتی تھی، (قطرات ترجمہ ہمعات ۶۲)

ائمہ اہل بیت اور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبتوں میں مناسبت: جب حضرت ائمہ اہلِ بیت اطہار رضی اللہ تعالیٰ عنھم کی ارواح طیبہ میں گہری نظر ڈالی گئی تو حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مبارک روح میں ایک خاص قسم کا امتیاز، تمکنت اور عظمت نظر آئی جو اوروں

میں نہ دیکھی گئی۔اور کھلے طور پر یہ بات سمجھ میں آئی کہ جو مخصوص نسبت اہل بیت رضی اللہ تعالیٰ عنھم میں ہے وہ افکار کے مل جانے کی وجہ سے اتمام اور کمال کی شکل اختیار کرگئی ہے اور آپ کے بعد یہ مبارک نسبت اسی کیفیت پر رہی اور پھر اس نسبت مبارکہ کی جو شوکت وعظمت حضرت غوث، اعظم سیدنا عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں نظر آتی ہے، وہ کسی دوسرے میں نہیں۔ (القول الجلی کی بازیافت ۴۰ بحوالہ القول الجلی ۷۹،۸۰)

آپ کی مجلس میں انبیاء علیہم السلام اور اولیاء علیہم الرحمہ کا ہجوم ہوتا: کان الشیخ عبد القادر یحضر مجلس الانبیاء و الاولیاء (شیخ عبدالقادر کی مجلس میں انبیاء (علیہم السلام) اور اولیاء (علیہم الرحمۃ) کا ہجوم ہوتا تھا۔) کی تشریح میں حضرت شیخ ابورضا علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حقیقتِ روح جو کہ تمام کائنات میں جاری وساری ہے، سے وصل تھے پس آپ اسی مرکز ہدایت سے گفتگو کرتے تھے جہاں سے انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء علیہم الرحمہ گفتگو کرتے تھے۔ چونکہ آنجناب (شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو عالمِ ارواح میں مکمل تمکین حاصل تھا اس لئے تدلیات ارواح انبیاء واولیاء (علیہم السلام وعلیہم الرحمہ) اپنے وجود مثالی سے آپ پر نزول کرتی تھیں۔ (انفاس العارفین)

خواب میں غوثِ اعظم کو مسرور دیکھنے کا بیان: حضرت والد صاحب فرماتے تھے خواب میں مجھے سلاسل اولیاء دکھائے گئے گویا کہ ایک وسیع بازار ہے جسمیں مخصوص دکانیں ہیں۔ ہر دکان میں صاحب طریقہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ بیٹھا ہے۔ میں ان کے پاس سے گزرتا ہوا حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دکان پر پہنچا۔ میں اس جماعت میں جا کر بیٹھ گیا۔ وہاں نصوص کی عبارت ''الاعیان ما شعت رائحۃ الوجود'' پر بحث ہو رہی تھی۔ ہر شخص دوسرے سے الگ مفہوم بیان کرتا ہے۔ میری باری آئی تو میں نے بھی معنی بیان کئے۔ حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ سن کر بہت خوش ہوئے۔ (انفاس العارفین اردو ۷۷)

حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیداری میں زیارت: شیخ ابورضا فرماتے تھے ایک مرتبہ میں نے بیداری میں حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا، اس جگہ بڑے بڑے اسرار مجھے تعلیم فرمائے۔ (انفاس العارفین اردو ۱۴۳)

حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تصرف: مشائخ نے کہا ہے کہ آپ اپنی قبر میں زندوں کی مثل تصرف کرتے ہیں۔ آپ سے تسخیر عالم ظہور میں آتی تھی۔ (قطرات ترجمہ ہمعات ۴۵، ۶۲)

قضائے مبرم اور سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ: کبھی عارف پر یہ بات منکشف ہوتی ہے کہ قضاء فلاں واقعہ کو اس طرح ایجاد کرنے میں ضرور متعلق ہے اور اس میں تقدیر مبرم ہے۔ چنانچہ وہ عارف اپنی کوشش وہمت سے دعا کرتا ہے اور دعا میں خوب اصرار اور الحاج کرتا ہے حتیٰ کہ وہ قضا دوسرے طریقہ پر ایجاد کرنے میں منقلب ہو جاتی ہے، تو یہ (عارف) پھر اس چیز کو حسب ارادہ پاتا ہے اور یہ اسی طرح ہے جیسا کہ سیدی عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک تاجر کے حال میں منقول ہے جو کہ حماد رباس کے اصحاب میں سے تھا۔ (فیوض الحرمین مترجم ۱۰۵، ۱۰۶)

غلام محی الدین نام درست اور آپ کی غلامی کی نسبت جائز: حضرت والد ماجد نے فرمایا سید محی الدین اور اس کا والد بیجاپور کی مہم میں بیمار ہو گئے ان کی بیماری لمبی اور سخت ہو گئی۔ ایک روز حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو انہوں نے خواب میں دیکھا۔ فرمایا تم اپنے شیخ کی طرف رجوع کیوں نہیں کرتے۔ انہوں نے اپنے شیخ کی طرف رجوع کیا اور صحت یاب ہوئے۔ (انفاس العارفین اردو ۱۰۲)

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تبرکات

شاہ عبدالرحیم کو جبہ ملا۔۔۔انہوں نے اللہ تعالیٰ کا شکرادا کیا: حضرت والد ماجد فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ مجھے اجمالاً بتایا گیا کہ آج تمہیں ایک نعمت ملے گی۔ میں سیر کے لئے نکلا۔شہر کے ایک حصے میں میرے دل نے گواہی دی کہ تیرا مطلوب اس جگہ ہے۔ میں نے پوچھا یہاں کوئی درویش یا فاضل شخص ہے لوگوں نے کہاہاں فلاں درویش اس جگہ رہتا ہے۔ میں اس کی ملاقات کے لئے گیا۔اس نے کہا حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جبہ مجھے تبرک ملا ہے اور آج رات مجھے حکم ہوا ہے کہ آج جو شخص ہمارے پاس آئے یہ تبرک اسے دے دو۔ میں نے وہ جبہ لے کر خدا کا شکرادا کیا۔

آپ سے منسوب ٹوپی خلیفہ ابوالقاسم اکبرآبادی کو ملی: حضرت والد صاحب فرماتے تھے حرم شریف میں ایک شخص کو حضرت غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب ٹوپی اپنے آباؤ اجداد سے ملی تھی اور وہاں اس کی وجہ سے بہت محترم اور مکرم تھا۔ایک رات خواب میں اس نے حضرت غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا۔انہوں نے فرمایا ٹوپی ابوالقاسم اکبرآبادی کو دے دو۔اس شخص کے دل میں خیال گزرا کہ اس شخص کی تخصیص میں کوئی حکمت ہے۔امتحان کے طور پر ایک قیمتی جبہ اس کے ساتھ ملا دیا اور پوچھتے پچھاتے آپ کی خدمت میں آیا اور عرض کی یہ دونوں تبرکات حضرت غوثِ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہیں۔انہوں نے مجھے خواب میں فرمایا کہ ''ابوالقاسم اکبرآبادی کو دے دو'' اور انہیں آپ کے سامنے رکھ دیا۔آپ نے قبول فرمالیا اور بہت خوش ہوئے۔اس شخص نے کہا کہ یہ بہت بڑی نعمت ہے اس کے شکرانہ میں کافی طعام تیار کیجئے اور رؤسا شہر کی دعوت کیجئے (ابوالقاسم نے) فرمایا،کل تشریف لائیں اور جس شخص کو چاہیں مدعو کریں، میں کافی کھانا تیار کروں گا۔علی الصبح وہ شخص تمام روساء شہر کے ساتھ آیا اور کافی طعام تناول کیا اور فاتحہ پڑھی۔دعوت سے فراغت کے بعد انہوں نے (روساء شہر نے) پوچھا،آپ متوکل آدمی ہیں اور ظاہر اسباب نہیں ہیں،اس قدر طعام کیسے تیار ہو گیا۔فرمایا ہم نے جبہ فروخت کر دیا اور ضروریات خرید لیں۔

وہ شخص چلایا کہ میں نے اس فقیر کو اہل سمجھا تھا، یہ تو فریبی نکلا۔اس نے تو ان تبرکات کی قدر نہیں پہچانی۔آپ نے فرمایا شور مت کرو۔جو تبرک تھا (یعنی ٹوپی) اسے میں نے محفوظ کر لیا اور جو چیز تبرک نہیں تھی (یعنی جبہ) بلکہ امتحان تھی اسے فروخت کر دیا اور اس سے ضیافت اور شکرانے کا سامنا خرید لیا ہے۔اب وہ آگاہ ہوا تو تمام اہل مجلس سے حقیقت بیان کر دی اور تمام نے کہا الحمدللہ تبرک اس کے حقدار کو پہنچ گیا۔(انفاس العارفین اردو ۵۲،۵۳)

سیدنا غوثِ اعظم اور خواجہ نقشبند علیہما الرضوان کے مقامات کا دل افروز تذکرہ: راقم الحروف (شاہ ولی اللہ) کہتا ہے کہ حضرت خواجہ نقشبند علیہ الرحمہ کی نسبت کو لطیفہ سر میں زیادہ وسعت حاصل ہے اسی وجہ سے استغراق غالب آیا۔حضرت غوثِ اعظم علیہ الرحمہ کی نسبت لطیفۂ روح میں زیادہ ہے۔صوفیہ کی روحانی تربیت اسی سے ہے اور قدیم صوفیائے کرام کی نسبت لطیفۂ نفس میں زیادہ ہے،اسی وجہ سے وہ سخت مشکل ریاضتیں کرتے تھے۔حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے طریقہ کی اصل نسبت اویسیہ ہے جس میں کسی قدر برکات سکینہ ملے ہوئے ہیں۔حضرت خواجہ نقشبند رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اصل نسبت یادداشت ہے اور بسا اوقات یہ پہنچا دیتی ہے نسبت احسان تک۔حضرت والد ماجد کی زبان مبارک سے بارہا خلوت میں سنا گیا کہ آپ فرماتے تھے جو نسبت ہم نے حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حاصل کی ہے وہ زیادہ صاف اور باریک ہے اور وہ نسبت جو خواجہ نقشبند رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حاصل ہوئی وہ زیادہ غالب اور موثر ہے۔جمعیت اور قبول عام کے زیادہ نزدیک ہے اور وہ نسبت جو خواجہ معین الدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حاصل کی ہے وہ عشق کے زیادہ نزدیک ہے اور تاثیر اسماء اور صفائی خاطر کے زیادہ قریب ہے۔راقم الحروف (شاہ ولی اللہ) کو ان کے الفاظ گویاد نہیں لیکن مطلب یہی تھا واللہ اعلم (انفاس العارفین اردو ۱۲۴،۱۲۵)

صوفیاء کرام کی ہمدردی و خیر خواہی

جناب حافظ سعد اللہ صاحب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ اور ایک گاہک: سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ (م ۲۵۷ھ) سوداگری کیا کرتے تھے اور پانچ فیصد سے زیادہ منافع نہ لیتے تھے۔ایک بار آپ نے ساٹھ روپے کے بادام خریدے اور بعد میں باداموں کی قیمت چڑھ گئی۔ایک ایجنٹ نے آپ سے بادام لئے تو آپ نے تریسٹھ روپے میں فروخت کر دیئے۔اس نے کہا' آج کل تو ان کی قیمت نوے روپے ہے'۔تو آپ نے فرمایا' میں نے اللہ تعالیٰ سے عہد کر رکھا ہے کہ پانچ فیصد سے زیادہ منافع نہ لوں گا'۔ایجنٹ نے کہا' میں بھی آپ کا مال کم قیمت پر فروخت نہیں کرنا چاہتا'۔نتیجہ یہ ہوا کہ اس نے کم قیمت پر لئے نہیں اور آپ نے زیادہ قیمت پر دیئے نہیں۔

یہ ہے ایک دوسرے کی خیر خواہی جسے نبی رحمت نے ''دین'' کا نام دیا دین لمبی چوڑی تسبیحوں اور جبوں قبوں کا نام نہیں جو تاجر اور دکاندار لوگوں کی جیبیں کاٹتا ہے۔ظلم کی حد تک نفع وصول کرتا ہے۔کاروبار میں اجارہ دار بن کر بیٹھ جاتا ہے اور گاہکوں اور ضرورت مندوں سے من مانی اور منہ مانگی قیمت وصول کرتا ہے۔اس تاجر اور دوکاندار کی نمازوں تسبیحوں اور حجوں کی عنداللہ کوئی قیمت نہیں ہے۔

دردِ دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو ورنہ طاعت کے لئے کچھ کم نہ تھے کروبیاں

(کیمیائے سعادت ص ۲۸۲۔تاریخ بغداد للخطیب بغدادی جلد ۹ ص ۱۸۹)

ایک سوداگر کی کمال خیر خواہی: ایک سوداگر بصرے میں تھا،اس کے ملازم نے اس کو لکھا کہ اس سال شکر کافی گراں ہو جائے گی۔لہٰذا جلد از جلد زیادہ سے زیادہ خرید لی جائے۔سوداگر نے خرید لی اور مہنگا ہونے پر فروخت کی تو تیس ہزار درہم کا منافع ہوا۔لیکن پھر سوچا کہ میں نے ایک مسلمان کو دھوکہ دیا ہے اور شکر کی گرانی کے لئے اس کو نہ بتایا۔لہٰذا اپنے منافع کا سب روپیہ لے کر اس سوداگر کے پاس پہنچا اور کہا کہ یہ تمہارا روپیہ ہے۔سوداگر نے حیران ہو کر دریافت کیا۔تب اس نے پورا قصہ بیان کر دیا۔سوداگر یہ سن کر خوش ہوا اور اس کو سب روپیہ معاف کر دیا۔جب واپس ہوا تو سوچا ہو سکتا ہے کہ لحاظ کی وجہ سے روپیہ لینے سے انکار کیا ہو۔چنانچہ دوبارہ پھر گیا اور انتہائی اصرار کر کے روپیہ دے دیا۔ایسے تاجروں کے کاروبار گھر بار اور زندگیوں میں کیوں نہیں خیر و برکت ہوگی اور آخرت میں اللہ کریم ان کے درجات بلند فرمائے گا۔ایسے ہی خوش نصیب تاجروں کے متعلق حضور اکرم شفیع معظم ﷺ نے یہ وعدہ اور پیش گوئی یہ فرمائی کہ

التاجر الصدوق الامین مع النبیین و الصدیقین و الشھداء رواہ الترمذی (مشکوٰۃ المصابیح ص ۲۴۳)

ترجمہ: وہ تاجر جو اپنے کاروبار میں کھرا، سچا اور امانتدار ہے، قیامت کے روز انبیاء، صدیقین اور شہیدوں کے ساتھ ہو گا۔(کیمیائے سعادت ۲۸۱)

حضرت سری سقطی کی خیر خواہی: سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی (م ۲۹۷ھ) کے ماموں اور ان کے استاذ حضرت سری سقطی کی انسانی خیر خواہی کا ایک عجیب اور باسند واقعہ ابو نعیم نے ''حلیۃ الاولیاء'' میں لکھا ہے

ترجمہ''احمد بن عمر خلقانی کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ عید کے روز حضرت سری سقطی میرے ساتھ مسجد سے باہر نکلے۔رستے میں ایک بزرگ اور

جلیل القدر آدمی سے ان کی ملاقات ہوئی تو آپ نے ان سے دعا کی مگر انتہائی اختصار کے ساتھ۔سلام میں بزرگوں کے واسطے جو" ورحمتہ اللہ برکاتہ" وغیرہ کے الفاظ بڑھائے جاتے ہیں، وہ آپ نے نہ بڑھائے اور نہ کوئی خندہ پیشانی سے پیش آئے۔سلام دے کر آگے گزر گئے۔، میں (احمد بن عمر) نے عرض کیا' حضور! کیا آپ نے اس آدمی کو پہچانا نہیں؟ یہ فلاں بزرگ اور جلیل المرتبہ آدمی ہے۔آپ نے فرمایا' میں اسے اچھی طرح جانتا ہوں۔ میں نے عرض کیا تو آپ نے سلام میں کمی کیوں کی؟ فرماتے لگے" کیونکہ نبی اکرم ﷺ کی ایک روایت ہے کہ جب دو مسلمان آدمی باہم ملتے ہیں اور ایک دوسرے سے سلام دعا اور مصافحہ کرتے ہیں تو اللہ کی طرف سے سو رحمتیں ان پر نازل ہوتی ہیں جن میں سے نوے رحمتیں اس آدمی پر نازل ہوتی ہیں جو زیادہ پیشانی سے اور ہشاش بشاش طریقے سے پیش آتا ہے' تو میں نے چاہا کہ زیادہ رحمتیں ان بزرگ کے حصے میں آجائیں۔

1۔(ابونعیم اصفہانی متوفی 430ھ:حلیتہ الاولیاء ج دہم' ص 123-124 طبع مصر) 2۔(ترجمہ رسالہ قشیریہ' ص 389)

شیخ شبلی کی ایک نصرانی کے لئے دعا: شیخ شبلی رحمتہ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ آپ ایک روزہ اپنے مریدین کو لے کر باہر نکلے۔اس وقت آپ کے ساتھ چالیس آدمی تھے۔آپ نے فرمایا کہ اے لوگو! اللہ تعالی اپنے بندوں کو رزق پہنچانے کا کفیل ہو چکا ہے۔چنانچہ ارشاد ہے:

ومن یتق اللہ یجعل لہ سخر جا ویرزقہ من حیث لا یحتسب ومن یتو کل علی اللہ فھو حسبہ

"یعنی کوئی اللہ سے ڈرتے تو اللہ اس کی خلاصی کی صورت پیدا کر دیتا ہے اور اس کو وہاں سے رزق پہنچاتا ہے۔جہاں سے اس کو گمان بھی نہ ہو اور جو اللہ پر توکل کرے اللہ اسے کافی ہے"۔

لہذا تم سب اللہ پر توکل کرو اور اسی کی طرف دھیان کرو اور کسی کا خیال نہ کرو۔ یہ فرما کر انہیں وہیں چھوڑا اور آپ چل دیئے۔تین دن تک یہ لوگ وہیں رہے' لیکن ان پر کوئی بھید نہ کھلا جب چوتھا روز ہوا۔شیخ تشریف لائے اور فرمایا' اے لوگو! اللہ تعالی نے بندوں کے لئے (روزی تلاش کرنے کو) سبب پیدا کرنا مباح کر دیا اور اس کی اجازت دے دی۔چنانچہ اسی کی روایت ارشاد ہے:

ھو الذی جعل لکم الارض ذلو لا فاشو فی سناکبھاو کلومن رزقہ

پس چاہتے کہ تم اپنے میں سے ایک آدمی جسے سچا سمجھتے ہو اسے بھیج دو۔امید ہے کہ وہ تمھارے لئے کچھ کھانے کے لئے لے آئے گا۔چنانچہ انہوں نے (اس کام کے لئے) ایک کو پسند کر کے جو سب میں غریب تھا بھیجا۔وہ وہاں سے چل کر بغداد میں پہنچا اور وہاں پھرتا رہا۔معاش کی کوئی صورت اس سے نہ بنی اور بھوک کی وجہ سے نوبت یہ ہوگئی کہ چلنے سے مجبور ہو کر ایک نصرانی ڈاکٹر کے شفاخانہ کے سامنے بیٹھ گیا۔اس ڈاکٹر کے پاس بہت مخلوق آتی تھی اور وہ سب کا حال خود بتا دیتا تھا۔تھوڑی دیر کے بعد اس کی نگاہ اس فقیر پر پڑ گئی اس نے پوچھا' تمہیں کیا تکلیف ہے۔اس نے اسے نصرانی سمجھ کر اپنی بھوک کی کیفیت کہنی مناسب نہ سمجھی۔(نبض دکھانے کے لئے) اپنا ہاتھ آگے کر دیا۔اس نے نبض دیکھ کر کہا' میں نے تمہارے مرض کو بھی تشخیص کر لیا ہے اور اس کی دوا بھی سمجھ گیا ہوں، (تم اطمینان سے بیٹھے رہو) پھر اپنے غلام سے کہا کہ فورا بازار جاؤ اور کہا کہ بازار جاؤ اور آدھا سیر روٹی اسی قدر ہی قیمہ اور اتنا ہی حلوا لے آو۔غلام بازار گیا اور یہ اشیاء لے آیا۔نصرانی نے لے کر خود اس فقیر کو دی اور یہ کہہ دیا کہ میرے خیال میں تو تمہارے مرض کی بس یہی دعا ہے۔فقیر نے کہا' اگر تم اپنی طباعت میں سچے ہو تو مہربان چالیس اور آدمیوں کو یہی مرض ہے' نصرانی نے غلام سے کہا' اچھا پھر جلدی سے بازار جاؤ اور ایسا ہی کھانا چالیس آدمیوں کا اور لے آؤ'۔غلام لے آیا اور فقیر کو دے کر ایک قلی کو ساتھ لیا کہ جہاں یہ جائیں ان کے ساتھ لے جا۔ادھر فقیر سے کہا کہ آپ جو فقیر بتاتے ہیں یہ ان کے پاس لے جایئے۔چنانچہ یہ فقیر اور ان کیساتھ وہ قلی ان لوگوں کے پاس پہنچے اور ڈاکٹر بھی تھوڑے فاصلے سے ان لوگوں کے پیچھے پیچھے رہا تاکہ فقیر کے سچے ہونے کو دیکھے۔جب اس غار میں پہنچا جہاں اس کے ساتھی تھے تو ڈاکٹر دروازے کے باہر ایک روزن کے پیچھے کھڑا ہو گیا۔اس نے وہ کھانا رکھا اور سب نے شیخ شبلی کو آواز دی اور سارا کھانا ان کے سامنے رکھ دیا۔شیخ نے اپنا ہاتھ سمیٹ لیا اور فرمایا' اے فقیرو! اس کھانے میں تو عجیب بھید ہے۔پھر آپ اس فقیر کی طرف متوجہ ہوئے جو کھانا لایا تھا اور فرمایا' اس کھانے کا پورا

قصہ بیان کرکس طرح ہوا، اس نے سب قصہ بیان کیا کہ یا شیخ ہم (غریب فقیر آدمی) اس کا عوض کس طرح دے سکتے ہیں۔فرمایا کھانا کھانے سے پہلے اس کے حق میں دعا کرو۔ وہ نصرانی یہ سب قصہ سن رہا تھا۔ جب اس نے دیکھا کہ یہ لوگ قدر بھوکے ہیں اور کھانا کھانے سے رک گئے ہیں اور جو شیخ نے فرمایا تھا وہ سن لیا تو اس وقت دستک دی۔ انہوں نے دروازہ کھول دیا۔ اس نے اندر جا کر اپنا جنیو توڑ کر پھینک دیا اور کہا اے شیخ ہاتھ بڑھاؤ میں مسلمان ہوتا ہوں اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد ان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم۔ پھر تو نصرانی پکا مسلمان ہو کر شیخ شبلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مریدوں میں ہو گیا۔(نزہتہ البسا تینترجمہ الیاحین ۱۶۰۔۱۶۲)

ابوالحسن اور شفقت علی الخلق:

حضرت ابوجعفر غلدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک روز حضرت ابوالحسن نوری رحمۃ اللہ علیہ خلوت میں درگاہ الٰہی میں مناجات کر رہے تھے۔ میں جا کر آپ کی مناجات ایسے طور سننے لگا کہ آپ کو معلوم نہ ہو۔ آپ نہایت اضطراب میں فرما رہے تھے۔ بار خدا! اہل دوزخ کو تو عذاب دے گا اور وہ سب تیرے علم اور قدرت اور ارادہ سے تیرے ہی پیدا کئے ہوئے ہیں اور اگر دوزخ کو تو آدمیوں سے بھرنا ہی چاہتا ہے تو اس بات پر قادر ہے کہ اس دوزخ اور اس کے تمام طبقات کو مجھ سے بھر دے اور ان کو بہشت میں بھیج دے۔ ابوجعفر فرماتے ہیں کہ میں آپ کے معاملہ میں متحیر ہو گیا۔ کچھ دنوں بعد میں نے خواب میں دیکھا کہ کوئی آنے والا آ کر کہتا ہے کہ خداوند نے فرمایا ہے کہ ابوالحسن سے کہہ دو کہ ہم نے تمہیں اور اس شفقت اور تعظیم کی وجہ سے بخش دیا ہے جو تمہیں ہم سے اور بندوں سے ہے اور آپ کو نوری اس لئے کہتے ہیں کہ تاریک مکان میں جب کلام کرتے تو آپ کے نور باطن کی وجہ سے مکان روشن ہو جاتا اور دوسرا یہ کہ نور حق تعالیٰ سے آپ اپنے مریدوں کے اسرار معلوم کر لیتے تھے۔ یہاں تک کہ جنید نے فرمایا کہ ابوالحسن دلوں کے جاسوس ہیں۔ یہ آپ کے مذہب کی بڑی خصوصیت ہے۔ (کشف المحجوب ترجمہ:۲۹۶)

خواجہ محمد منکدر اور گاہک کی خیر خواہی: حجۃ الاسلام امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بزرگ کا حال لکھا ہے جو بغداد میں تھے، ان کو خواجہ محمد منکدر کہتے تھے۔ دوکان بزازی کیا کرتے تھے۔ موسم سرما میں لبادے (پوشاکیں) بنوا کر بیچتے۔ جب دکان سے کہیں کام کو جاتے تو غلام کو بٹھا جاتے اور تاکید کر جاتے کہ خبردار! یہ لبادہ دو دینار کو دینا ہے اور یہ لبادہ تین دینار کو دینا ہے، اس میں کمی بیشی نہ کرنا۔ ایک دن ایک عرابی (بدو) آیا اور غلام سے پوچھا' فلانا لبادہ کس قیمت کو دے گا۔ وہ لبادہ دو دینار کی قیمت کا تھا۔ غلام نے کہا تین دینار کا۔ اعرابی کو سستا معلوم ہوا تین دینار دے کر خرید لیا۔ راہ میں اسے محمد منکدر ملے اپنا لبادہ پہچان کر اس سے پوچھا کہ شیخ یہ لبادہ کتنے میں لیا ہے۔ اس نے کہا تین دینار میں۔ محمد منکدر نے کہا، اس قسم کے لبادے دو دینار میں آتے ہیں دوکاندار نے ایک دینار تجھ سے زیادہ لیا ہے۔ لوٹ آؤ اور لبادہ پھیر دو اور یہ ظاہر نہ کیا کہ لبادہ میری دکان کا ہے۔ اعرابی نازک مزاج ہوا کرتے ہیں، سمجھا اس نے یہ پسند کیا ہے اور سستا جان کر واپس کرواتا ہے تاکہ خود خرید لے۔ غصہ میں آ کر کہا خواجہ یہ لبادہ ہمارے ملک میں دس بارہ دینار کا ہے تو براہ فریب مجھ سے پھروا کر خود خریدنا چاہتا ہے۔ حضرت محمد منکدر نے جب دیکھا کہ اس کے دل میں شک پیدا ہوا ہے، اس لئے غصہ ہوتا ہے۔ تو کہا شیخ ناراض نہ ہو یہ لبادہ میری دکان کا ہے۔ میں غلام سے کہہ آیا تھا کہ اس قسم کا لبادہ دو دینار کو دینا اس نے تم سے تین دینار لئے ہیں۔ میرے ہمراہ چلو، ایک دینار تم کو پھیر دوں گا یا اس سے عمدہ لبادہ تین دینار والا تم کو دوں گا۔ اعرابی یہ سن کر ہمراہ آیا۔ حضرت منکدر نے ایک دینار اس کو دینار سے واپس دلوایا۔ اعرابی نے وہاں سے لوٹ کر لوگوں سے پوچھا، یہ دکاندار کون ہے، نہایت امین دیانتدار معلوم ہوتا ہے۔ انہوں نے کہا' ان کو شیخ محمد منکدر کہتے ہیں۔ اعرابی نے تعجب سے کہا' شیخ محمد منکدر یہی ہیں۔ ہم تو اپنے وطن میں سخت حوادث میں ان کے نام کو اپنا شفیع کرتے ہیں۔ ان کے نام کی برکت سے سب مشکل آسان ہو جاتی ہے۔ ہم جانتے تھے کہ محمد منکدر کوئی بڑا شیخ ہے، خانقاہ میں رہتا ہوگا۔ یہ نہ معلوم تھا کہ وہ یوں زمرہ تاجراں میں ہوں گے۔ (کیمیائے سعادت ۲۸۲۔ خیر المجالس ملفوظات خواجہ نصیر الدین محمد چراغ ۸۸)

حضرت شیخ معروف کرخی اور شراب خوروں کی جماعت: ایک روز حضرت معروف کرخی بازار سے گزر رہے تھے کہ شراب

خوروں کی ایک جماعت سے ان کا آمنا سامنا ہو گیا۔ یہ شیخ سے گستاخانہ پیش آئے۔ آپ کے ہمراہیوں نے ان کے حق میں بددعا کی درخواست کی تاکہ یہ بداعمال اپنے کئے کی سزا پائیں۔ شیخ نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھا دیئے۔ لوگ منتظر تھے کہ شیخ کے ان شرابیوں کے حق میں بددعا کرنے کی دیر ہے، ان شرابیوں کو سزا مل کر رہے گی۔ کیونکہ شیخ مستجاب الدعوات تھے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی دعا کو رد نہیں فرمایا تا۔ مگر شیخ نے جب دعا مانگنا شروع کی لوگ حیران رہ گئے۔ شیخ نے پوری توجہ اور خلوص دل سے گڑ گڑا کر بارگاہ الٰہی میں عرض کیا:

''یا الٰہی جس طرح تو اس گروہ کو دنیا میں خوش کیا ہے اس طرح آخرت میں بھی انہیں خوش حال رکھ۔ دعا قبول ہوئی، شراب خوروں نے شراب کے مٹکے توڑ دیئے، لرزتے کانپتے اور گڑ گڑتے پڑتے خدمت شیخ میں تائب ہوئے اور اپنے کئے پر معذرت چاہی۔ اس پر شیخ نے اپنے دوستوں سے مخاطب ہو کر فرمایا'' تم نے دیکھا جہاں میری دعائے خیر سے ہم سب ان کے رنج و آزار سے آزاد ہو گئے، وہاں یہ شراب خوری کی آفت سے نجات پا گئے'' گویا دونوں اپنی مراد پا گئے۔ (ترجمہ رسالہ قشیریہ ۲۱۳۔ خزینۃ الاصفیاء ۱۲۸، ۱۲۹)

حضرت ذوالنون مصری اور کھلنڈرے لوگ: ایک روز آپ اپنے رفیقوں کے ساتھ کشتی میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اتفاق سے سامنے سے ایک دوسری کشتی آرہی تھی۔ جس میں مصر کے کھیل کود والے لوگوں کا گروہ بیٹھا ہوا تھا اور حسب معمول شرارتیں اور شور وغل کر رہے تھے۔ آپ کے مریدوں کو اس سے بہت نفرت ہوئی اور کہنے لگے'' اے شیخ دعا کیجئے کہ ان سب کو اللہ تعالیٰ غرق کر دے تاکہ ان کی نحوست لوگوں سے دور ہو جائے''۔ تو حضرت ذوالنون رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اٹھ کر ہاتھ کھڑے کئے اور دعا کی 'بار خدایا! جیسا کہ اس جماعت کو تو نے اس جہاں میں اچھی زندگی عطا فرمائی ہے ان کو اسجہان میں اچھی زندگی مرحمت فرما'' مرید آپ کے اس کلام کو سن کر بڑے متعجب ہوئے۔ جب وہ کشتی ذرا اور نزدیک آئی اور ان لوگوں کی نظر حضرت ذوالنون رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر پڑی تو وہ رونے لگے اور ساز سب توڑ ڈالیا ور توبہ کر کے خدا تعالیٰ کی طرف رجوع کیا۔ آپ نے اپنے مریدوں سے فرمایا کہ آخرت کی اچھی زندگی دنیا کی توبہ ہے تم نے دیکھ لیا کہ سب کو مراد حاصل ہو گئی۔ تم اور ان سب لوگوں نے اپنی مراد پالی اور کسی کو کوئی رنج نہ پہنچا اور کلام اس پیر حقانی کا نہایت شفقت پر دلالت کرتا ہے اور اس میں آپ نے پیغمبر ﷺ کا اقتداء کیا ہے کہ جس قدر کفار حضور ﷺ پر ظلم کی زیادتی کرتے آپ رنجیدہ اور خفا نہ ہوتے بلکہ فرماتے:

الھم اھد قومی فانھم لا یعلمون

ترجمہ: اے اللہ! میری قوم کو ہدایت فرما، کیونکہ وہ مجھے نہیں جانتے۔ (کشف المحجوب ۱۶۴)

حضرت بکر بن عبداللہ المزنی کی عجیب خیر خواہی: دین صرف نماز، روزے، نوافل اور تسبیحات کا نام نہیں بلکہ خلق خدا کی سراسر اور مقدور بھر خیر خواہی کا نام ہے۔ نبی پاک ﷺ کا معروف ارشاد ہے **الدین النصیحه** یعنی دین خیر خواہی کا نام ہے۔

صوفیاء کرام نے اس ارشاد نبوی کو ہمیشہ اپنی زندگیوں کا معمول بنائے رکھا اور خیر خواہی کے کمال نمونے چھوڑے۔ حضرت بکر بن عبداللہ المزنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے گھر کی چھت کا پرنالہ کسی راہگزر پر گرنے کے خیال سے رستے کو چھوڑ کر اپنے گھر کے اندر رکھتے۔ ایک آپ مرتبہ کی ایک بلی مرگئی تو آپ نے اسے گھر کے صحن میں ہی دفن کر دیا اور باہر نہ پھینکا تاکہ لوگوں کو اس کی بدبو سے تکلیف نہ پہنچے۔ (اخلاق صالحین ۲۲۵)

حضرت یونس بن عبید اور گاہکوں کی خیر خواہی: حضرت یونس بن عبید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ چادریں اور اوڑھنیاں فروخت کرتے تھے۔ لیکن جب کبھی آسمان پر بادل چھائے ہوتے تو ان کو فروخت نہ کرتے اور نہ بازار لے کر جاتے۔ کسی نے ایسا کرنے کی وجہ پوچھی تو فرمایا' ابر کے دن خریدار کو اکثر عیوب اشیاء صاف نظر نہیں آتیں اور اس طرح گاہک دھوکہ کھا جاتا ہے اور کسی گاہک کو دھوکہ دینا ہمارے دین میں جائز نہیں۔ اپنا نقصان برداشت کر لینا تو گوارا ہے لیکن کسی دوسرے آدمی کا خسارہ کسی قیمت پر منظور نہیں۔ دنیوی مال و دولت کا خسارہ کوئی خسارہ نہیں ہے۔ مال آنی جانی چیز اور ڈھلتی چھاؤں ہے، آج ہے تو کل نہیں ہوگی۔ اصل نقصان تو دین کا نقصان اور آخرت کا نقصان ہے۔ اخروی نقصان نہیں ہونا چاہئے، دنیا

کے نقصان کی خیر ہے۔آج لوگوں آخرت کی فکر کی بجائے دنیا کی فکر ہے۔عاقبت سنوارنے کی بجائے دنیا سنوارنے میں اپنی تمام صلاحیتوں کو کھپا رہے ہیں۔انسان کی آنکھوں پر عام طور پر غفلت کی پٹی پڑی رہتی ہے۔یہ غفلت کی پٹی اس وقت کھلے گی جب انسان اس دنیا سے رختِ سفر باندھے گا۔مال و دولت اور عزیز و اقارب میں کوئی آدمی اس کے ساتھ قبر میں نہیں جائے گا۔قبر کے اندھیرے اور وحشت وتنہائی کو صرف اعمال صالحہ ہی دور کریں گے۔

تربت میں کوئی پوچھنے والا نہیں ہوتا شمعیں بھی جلاؤ تو اجالا نہیں ہوتا

(اخلاق صالحین ترجمہ تنبیہ المغترین ۲۲۶)

حضرت عبداللہ خفیف اور دو درویش: دو درویش طویل سفر کے بعد جب آپ کے یہاں حاضر ہوئے تو معلوم ہوا کہ آپ شاہی دربار میں ہیں۔یہ سن کر ان لوگوں نے سوچا کہ یہ کس قسم کے بزرگ ہیں جو دربار شاہی میں حاضری دیتے ہیں۔یہ سوچ کر دونوں بازار کی طرف نکل گئے اور اپنے خرقہ کی جیب سلوانے کے لئے درزی کی دکان پر پہنچے اسی دوران درزی کی قینچی گم گئی اور اس نے ان دونوں کو چوری کے شبہ میں پولیس کے حوالے کردیا اور جب پولیس ان دونوں کو لے کر شاہی دربار میں پہنچی تو حضرت عبداللہ خفیف نے بادشاہ سے سفارش کرتے ہوئے فرمایا یہ دونوں چور نہیں ہیں۔لہٰذا ان کو چھوڑ دیا جائے۔چنانچہ آپ کی سفارش پر ان دونوں کو رہا کردیا۔اس کے بعد آپ نے ان دونوں سے فرمایا کہ میں دربار شاہی میں صرف اس غرض سے موجود رہتا ہوں۔یہ سن کر وہ دونوں معذرخواہی کے بعد آپ کے ارادت مند ہوگئے۔اس سے یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ خدا کے مقبول بندوں سے بے اعتقادی بھی وجہ مصیبت بن سکتی ہے۔ (شیخ عطار، تذکرۃ الاولیاء ۱۵۰)

خواجہ غریب نواز اجمیری اور ایک کسان: عوام کی خدمت، ان کی دردمندی، عوام کی تکالیف کو محسوس کرنا اور خود تکلیف اٹھا کر ان کے درد دکھ کو دور کرنا، انسانی قلوب کو ایک رشتہ الفت میں پرونا، تصوف کی تعلیم کا اصل مقصد اور منشاء ہے۔حضرت خواجہ معین الدین اجمیری کی زندگی میں ہمیں یہ کردار نمایاں نظر آتا ہے۔ایک مرتبہ سرکاری کارندوں نے ایک کسان کے کھیت ضبط کرلئے، اس نے آکر آپ سے عرض کیا کہ دلی کے حاکم نے میرے کھیت ضبط کرلئے ہیں، اب وہ کہتا ہے کہ شاہ التمس کے فرمان کے بغیر کھیت تم کو واپس نہیں مل سکتے۔اگر آپ شاہ التمس سے میرے کھیتوں کی بحالی کی سفارش فرمائیں تو میری اراضی مجھے واپس مل سکتی ہے۔ارشاد فرمایا کہ میں تمہارے اس کام کے لئے خود تمہارے ساتھ دہلی جاؤں گا۔چنانچہ آپ اس مظلوم کسان کے ساتھ دہلی تشریف لے گئے۔سلطان التمش کو خبر ہوئی تو خود حاضر خدمت ہوا اور قدم بوسی کی سعادت حاصل کرنے کے بعد تشریف آوری کی وجہ دریافت کی۔آپ نے کسان کا سارا واقعہ بیان کرکے اس کی سفارش فرمائی۔سلطان شمس الدین التمش نے عرض کیا کہ آپ نے اس کام کے لئے ناحق زحمت فرمائی، اگر آپ اپنے کسی ادنیٰ خادم سے کہلا بھیجتے تو مجھے تعمیل میں کیا عذر ہوسکتا تھا؟ فرمایا' مظلوم کی امداد بھی عبادت میں داخل ہے اس لئے میں خود ہی اس کام کو انجام دینے کے لیئے چلا آیا۔ (کتاب اقبال کے محبوب صوفیاء ۱۳۰،۱۳۱)

خواجہ فریدالدین گنج شکر اور ایک آدمی کی سفارش: سلطان غیاث الدین حضرت خواجہ فریدالدین سے معتقدانہ تعلق رکھتا تھا۔دہلی کی سلطنت کا حصول بھی حضرت کی دعا اور محبت کا نتیجہ سمجھتا تھا۔اور خدام کی خدمت کو اپنی سعادت تصور کرتا تھا۔حضرت خواجہ نے ایک مرتبہ ایک شخص کے اصرار پر سلوا ایک سفارشی رقعہ لکھا جو سفارش و بے نیازی کا عجب مجموعہ ہے فرماتے ہیں "میں اس شخص کا معاملہ اللہ تعالیٰ اور اس کے بعد آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں۔اگر آپ اس کو کچھ دیں گے تو حقیقی عطا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہوگا اور آپ مشکور ہوں گے اور اگر نہ دیں گے تو اس مانع اللہ تعالیٰ ہوگا اور آپ معذور ہوں گے۔(بحوالہ اخبار الاخیار تاریخ دعوت وعزیمت حصہ سوم ۴۱)

سلطان المشائخ اور خیر خواہی عام: مولانا ضیاء الدین برنی فرماتے ہیں کہ میں ایک دفعہ سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضر تھا۔اشراق کے وقت سے چاشت کے وقت تک آپ کے جان بخش کلمات اور روح افزا گفتگو سننے میں مشغول رہا۔اس روز بہت سے بندگان خدا سلطان المشائخ

کی خدمت میں بیعت کی نیت سے حاضر ہوئے اور دولت ابدی سے مشرف ہوئے۔اس وقت میرے دل میں خطرہ گزرا کہ مشائخ سلف مرید کرنے میں نہایت احتیاط کرتے تھے اور خوب غور و تامل کے بعد کسی کو مرید کیا کرتے تھے۔سلطان المشائخ انتہا درجہ کے کرم اور مہربانی کی وجہ سے عام وخاص کی دستگیری کرتے اور بغیر امتحان و امتیاز کے لوگوں سے بیعت لیتے ہیں۔میرے دل میں خیال آیا کہ آپ سے اس بارے میں دریافت کرنا چاہئے۔لیکن چونکہ حضور مکاشف عالم تھے،فوراً میرے اس خیال سے واقف ہو گئے اور میری طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے'' مولانا ضیاء الدین!تم ہر بات کو مجھ سے دریافت کرتے ہو،لیکن کبھی یہ نہیں پوچھتے کہ میں بغیر تحقیق کئے آنے والوں کو بیعت کے سلسلے میں کیوں داخل کر لیتا ہوں اور بے تفتیش ہر شخص کے ہاتھ میں دست بیعت کیوں دے دیتا ہوں۔سلطان المشائخ کی یہ بات سن کر میں سر سے پاؤں تک لرز اٹھا اور حضور قدموں میں گر کر عرض کیا کہ عرصہ سے یہ مشکل اور دشواری مجھے درپیش تھی،آج بھی میرے دل میں یہ خیال گزرا تھا۔۔'' فرمایا سنو!خدا تعالیٰ نے ہر زمانے میں اپنی حکمت بالغہ کی ایک خاصیت پیدا کی ہے، یہی وجہ ہے کہ ہر زمانے کے آدمیوں کا طریقہ اور رواج و رسم علیحدہ ہوتا ہے اور زمانے کی رفتار لوگوں میں اس درجہ اثر کرتی ہے کہ زمانہ موجودہ کے لوگوں کے مزاج اور طبیعت گزشتہ لوگوں طبائع سے بالکل مشابہت نہیں رکھتے،البتہ بہت کم آدمی ایسے ہوتے ہیں جن کی طبیعتیں پہلے لوگوں کی طبیعتوں سے ملتی جلتی ہیں اور یہ بات تجربات سے خوب واضح ہوتی ہے۔۔جن اس قدر بات معلوم کر چکے تو یہ بھی معلوم کرو کہ مرید کہ اصل ارادت یہ ہے کہ وہ غیر حق سے قطع تعلق کر کے مشغول بحق ہو جائے۔

سلف کا قاعدہ یہ تھا کہ جب تک مرید میں کلی انقطاع نہ دیکھتے تھے اس کے ہاتھ میں دست بیعت نہ دیتے تھے۔لیکن شیخ ابوسعید ابوالخیر کے زمانے سے شیخ سیف الدین باخرزی کے عہد تک اور شیخ شیوخ العالم شہاب الدین سہروردی کے عہد مبارک سے حضرت شیخ شیوخ العالم فرالحق و الدین قدس العزیز کے زمانے تک ایک اور ہی طریقہ نے جلوہ گری کی تھی۔ان اولوالعزم اور کلیل القدر بادشاہوں کے سروازوں پر جن کے علو درجات اور کرامات شرح سے مستغنی ہیں۔ہر وقت ہجوم خلائق رہتا تھا اور ہر چار طرف سے بادشاہ،امراء مشاہیر اور دیگر لوگ جوق در جوق آتے تھے اور اخروی مہلکات کے خوف سے اپنے تئیں ان عاشقان خدا کی پناہ میں ڈال دیتے تھے۔یہ مشائخ بغیر تحقیق و تفتیش کے عام وخاص سے برابر بیعت لیتے اور سلسلہ ارادت میں داخل کرتے تھے اور ہر ایک شخص کو حسب مراتب خرقہ توبہ یا خرقہ تبرک عنایت فرماتے تھے۔کیونکہ یہ ممکن نہ تھا کہ محبوبان خدا کا سا معاملہ ہر شخص کے ساتھ دوسروں پر قیاس کر کے برتا جاتا۔پس شیخ ابوسعید ابوالخیر اور شیخ سیدالدین باخرزی اور شیخ شہاب الدین سہروردی اور شیخ شیوخ العالم فریدالحق والدین قدس اللہ اسرارہم۔لوگوں کو اسی طرح مرید کیا کرتے تھے جس طرح کہ مُیں کرتا ہوں اور اس زمانے کے مواق یہی بات ٹھیک ہے، کیونکہ اگر خدا تعالیٰ کا ایک محبوب اور پسندیدہ شخص ایک جہاں کے گناہگاروں کو اپنے سایہ حمایت میں لینا چاہے تو لے سکتا ہے۔اب میں تمہارے جواب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔

سنو!میں جو مریدوں سے بیعت لینے میں زیادہ احتیاط اور تفتیش نہیں کرتا تو اس کی چند وجہیں ہیں۔ایک یہ کہ میں سنتا ہوں کہ بہت سے لوگ میری بیعت میں داخل ہونے سے معصیت و گناہ سے باز رہتے ہیں،نماز با جماعت پڑھتے ہیں اور نوافل میں مشغول و مصروف ہوتے ہیں۔اگر میں پہلے ہی سے ارادت کی شروط و قیود ان سے بیان کروں اور ان شرائط کے بجالانے پر مجبور کروں نیز خرقہ توبہ اور خرقہ تبرک جو خرقہ ارادت کے قائم مقام ہیں نہ دوں تو اس قدر بھلائیاں جو ان سے ظہور میں آتی ہیں وہ ان سے محروم و بے نصیب رہیں۔دوسرے یہ کہ مجھے شیخ سے اس بات کی اجازت ہے کہ بغیر کسی سفارش یا التماس یا وسیلہ کے بدون کسی تفتیش و کرید کے لوگوں سے بیعت لوں اور جب میں دیکھتا ہوں کہ ایک مسلمان آدمی عجز و اضطراب اور مسکنت و بے چارگی کے ساتھ میرے پاس آتا ہے اور بصد الحاج کہتا ہے کہ میں گناہوں سے توبہ کرتا ہوں تو مجھے اس سے بیعت لینے میں کون سے چیز مانع ہو سکتی ہے۔خاص کر جبکہ میری نیت میں اس کے صادق ہونے کا غالب احتمال ہوتا ہے۔پس ایسی صورت میں مجھے اس سے بیعت لینا ضروری ہو جاتا ہے،قطع نظر اس کے کہ میں نے نہایت ثقہ اور راست باز لوگوں سے سنا ہے کہ جو لوگ میری ارادت و بیعت میں داخل ہوتے ہیں وہ

تمام گناہوں سے الگ ہوجاتے ہیں۔ (تاریخ مشائخ چشت ۲۹۲،۲۸۹)

شاہ رکن عالم اور حاجتمندوں کی عرضیاں: سیر الاولیاء کے مصنف امیر رد کرمانی نے لکھا ہے کہ جب شیخ رکن العالم ڈولے میں سوار ہوکر حضرت سلطان المشائخ کی ملاقات کے لئے آئے اور مصنف کے والد ڈولے میں شیخ کے لئے کھانا رکھنے لگے تو ڈولے میں ہر طرف کاغذ ہی کاغذ پڑے ہوئے تھے۔ مصنف کے والد نے انہیں ایک طرف کرکے کھانا رکھنے کے؛ لئے جگہ نکالنی چاہی تو شیخ رکن العالم نے حضرت شیخ سلطان المشائخ کی طرف مخاطب ہوکر فرمایا'' آپ کو معلوم ہے، یہ کاغذ کیسے ہیں''۔ پھر خود ہی کہنے لگے کہ''یہ حاجتمندوں کی عرضیاں ہیں جو وہ مجھے اس لئے دیتے ہیں تا کہ میں بادشاہ تک پہنچاؤں، لیکن انہیں کیا معلوم کہ میں آج کس بادشاہ کے پاس جارہاہوں'(سیر الاولیاء ۱۲۳)

سیر العارفین میں لکھا ہے کہ آپ کا قاعدہ تھا کہ آپ ان سب عرضیوں کے ساتھ جو ضرورت مند آپ کے تخت رواں پر ڈال دیتے، بادشاہ کے پاس پہنچتے اور ایک خادم کو ہدایت کرتے کہ یہ عرضیں بادشاہ کے سامنے رکھے۔ چنانچہ بادشاہ یہ سب عرضیان آپ کی موجودگی میں پڑھواتا، ہر عرضی پر حکم لکھواتا اور جب تک لوگوں کی مطلب براری نہ ہوجاتی آپ وہاں سے نہ ہلتے۔ (آب کوثر ۲۶۶،۲۶۵)

شاہ رکن عالم ملتانی اور ضرورتمندوں کی سفارش: نقل ہے کہ سلطان علاؤلدین کے بیٹے سلطان قطب الدین کے زمانے میں بھی (رکن الدین ملتانی) دومرتبہ دہلی تشریف لائے۔ اکثر ان دونوں بزرگوں میں رابطہ خلوص ومحبت قائم رہتا۔ حضرت شرکن الدین ملتانی کی عادت تھی کہ جب سلطان قطب الدین سے ملنے کی خواہش ہوتی اور دربار کو جاتے تو وہ تخت رواں کہ جس پر بیٹھے تھے اس کو کچھ دیر انتظار میں روکے رکھتے تھے اور ضرورتمند لوگ اپنی اپنی عرضیاں لکھ کر ان کے تخت رواں پر ڈال دیتے تھے اور اپنی اپنی حاجتیں بیان کرتے۔ وہ تخت رواں پر سوار ہوکر شاہی محل کو روانہ ہوتے۔ تیسری دہلیز پر سلطان استقبال کے لئے آتا اور اندر سے جاتا دوزانو ہوکر باادب حضرت کے سامنے بیٹھ جاتا اور حضرت کے آنے کو بہت بڑی سعادت سمجھتا۔ حضرت سلطان المشائخ اپنے خادم کو حکم دیتے کہ وہ لوگوں کی تمام عرضیاں لائے اور سلطان کے سامنے رکھ دے۔ سلطان تمام عرضیوں کو پڑھتا اور ہر عرضی کا مناسب جواب اس کی پشت پر لکھتا اور مہر لگا دیتا۔ حضرت اس وقت تک وہاں سے واپس نہ ہوتے جب تک کہ مخلوق کے تمام معاملات طے نہ ہوجاتے۔ (سیر العارفین مترجم ۲۲)

سید مخدوم جہانیاں کی ایک قیدی کے لئے بیس مرتبہ سفارش: حضرت شیخ المشائخ سماء الدین سے منقول ہے کہ خان جہاں قلنگی سلطان فیروز شاہ کا وزیر تھا۔ وہ حضرت (مخدوم جہانیاں) کا بالکل معتقد نہ تھا بلکہ ان کے برا بھلا کہتا تھا اگرچہ سلطان کے کمترین معتقدین میں سے تھا۔ ایک مرتبہ خان جہاں مذکور نے ایک محرر کے لڑکے کو جیل بھیج دیا اور وہ اس پر سختی کرتا تھا۔ جب اس محرر نے اپنے لڑکے آزادی کی کوئی صورت نہ دیکھی تو حضرت مخدوم جہانیاں کی خدمت میں آیا اور حضرت کو اپنے لڑکے کی سفارش کے لئے خانِ جہان کے دروازے پر لے گیا۔ یہ خبر خان مذکور تک پہنچی۔ اس نے اندر سے اپنے ملازم کے ہاتھ کہلا بھیجا کہ سید سے کہو میں تمہاری سفارش ہرگز نہ مانوں گا اور تمہارا منہ بھی نہیں دیکھوں گا۔ دوبارہ میرے یہاں سفارش کے لئے مت آنا۔ کہا جاتا ہے کہ آپ تقریباً انیس مرتبہ پھر سفارش کے لئے گئے۔ وہ ہر مرتبہ یہی جواب دیتا یہاں تک کہ جب بیسویں مرتبہ پھر سفارش کے لئے گئے تو اس نے اندر سے کہا بھیجا کہ سید تم کو غیرت نہیں آتی کہ میں نے تم کو اتنی مرتبہ جواب دے دیا ہے لیکن تم میرے ہاں چلے آتے ہو۔ حضرت سید نے کہا اے عزیز میں جتنی مرتبہ آتا ہوں مجھے جواب ملتا ہے مگر مظلوم کا مطلب پورا نہیں ہوتا، چاہتا ہوں کہ اس مظلوم کو تمہارے ہاتھوں رہائی دلواؤں اور تم کو ثواب پہنچاؤں۔ خان جہاں مذکور نے جب یہ بات سنی تو اپنا سر ننگا کیا، گلے میں ایک رسی باندھی اور حضرت کے قدموں میں گر پڑا اور مرید ہوگیا اور اس مظلوم کو خلعت اور گھوڑا دیا اور رہا کردیا۔ اس نے کافی نذرانہ حضرت سید کو پیش کیا۔ حضرت نے وہ تمام نذرانہ مظلوم کو دے دیا اور اپنے گھر چلے گئے آئے۔ (سیر العارفین مترجم ۲۲۷)

مخدوم جہانیاں جہاں گشت اور فیروز شاہ تغلق: فیروز شاہ ہر دوسرے تیسرے روز حضرت سید جلال الدین بخاری مخدوم جہانیاں

جہاں گشت کی قیام گاہ پران سے ملاقات کے لئے حاضر ہوتا اور یہ دونوں بزرگ ایک جگہ بیٹھ کر محبت اامیز گفتگو فرماتے۔ اچ اور دہلی کے باشندے اپنی اپنی حاجت اور عرض سید جلال الدین بخاری کی خدمت میں پیش کرتے اور حضرت سید جلال الدین بخاری ان ام کو حکم دیتے کہ ان کی حاجات کو قلم بند کرلیں۔ جب بادشاہ ملاقات کے لئے آتا تو وہ حاجت مندوں کے کاغذات کو اس کی خدمت میں پیش کرتے۔ سلطاب فیروز ان کاغذات کو غور سے پڑھ کر ہر حاجت مند کی اس کے معروضے کے مطابق حاجت روائی کرتا۔ (تذکرہ صوفیائے پنجاب۔ بحوالہ تاریک فیروز شاہی ۲۰۱)

حاجی امداداللہ مہاجر مکی اور حاجت کا خیال: بروایت مولوی منور علی حب مسموع ہوا کہ ایک شخص مخلصین میں سے انتقال کرنے لگے۔ ان کے پاس کچھ مال تھا جس میں ان کو حق وصیت حاصل تھا۔ انہوں نے حضرت صاحب کے معتمد خاص مولوی منور علی صاحب مرحوم در بھنگوی کو اپنا قصی بنایا کہ میرا مال مستحقین کو تقسیم کردیں۔ انہوں نے ایک فہرست مستحقین کی مرتب کی جس میں متوکلین کے نام لکھے اور مشورہ کی غرض سے حضرت صاحب کی خدمت میں اسکو پیش کیا۔ آپ نے بعض آدمیوں کے نام لئے جو اہل حاجت تھےمگر متوکل نہ تھے اور ادھر ادھر سے پھر پھرا کر اپنا کام نکال لیتے تھے اور دریافت فرمایا کہ ان لوگوں کے نام آپ نے کیوں نہیں لکھے۔ انہوں نے عرض کیا کہ حضرت یہ لوگ تو دنیادار لوگوں سے مل ملا کر اپنا کام کر چلا لیتے ہیں۔ میں نے ایسے لوگوں کے نام لکھے ہیں جو کسی سے تعلق نہیں رکھتے۔ آپ نے تبسم فرمایا اور بعنوان لطیفہ ارشاد فرمایا کہ واہ صاحب خوب سمجھے۔ میاں چیز دیا کرتے ہیں ایسے شخص کو جو اس کی قدر کرے اور اس کو ضرورت ہو۔ یہ متوکلین جن کی آنکھ میں اس کی کچھ قدر نہیں اور نیز اللہ تعالیٰ ان کے کفیل ہیں، ان کو تم دیتے ہو اور جن بیچاروں کے لئے کفالت خاصہ نہیں اور وہ اس کے قدردان بھی ہیں۔ ان کو محروم کرتے ہو اس حیثیت خاص سے وہ لوگ زیادہ مستحق ہیں۔ (کتاب کمالات امدادیہ ۱۳، کمال نمبر ۱۴)

پیر مہر علی شاہ اور متعلقین کی خیر خواہی: مولانا فیض احمد فیض مہر منیر (سوانح حیات پیر مہر علی شاہ گولڑہ شریف) میں پیر مہر علی شاہ کی چشم دید اور آزمودہ خیر خواہی کے متعلق لکھتے ہیں

"حضرت کی عادت مبارک تھی کہ اپنے متعلقین سے نہایت وفاداری کا معاملہ فرماتے تھے۔ ہمیشہ انہیں نصح اور خیر خواہی سے نوازتے۔ ان کے حالات دریافت فرماتے۔ ان پر اس قدر نوازش فرماتے تھے کہ لوگ آپ کو محض پیر نہیں بلکہ اپنا ملجاء وماویٰ اور سب سے زیادہ خیر خواہ سمجھتے تھے۔ ہر غم کی کشادگی، ہر درد کی دوا، ہر تکلیف کا مداوا حضرت کی ذات تھی۔

ایک دفعہ مجھے عرق النساء کی تکلیف ہوئی۔ یہاں تک کہ چارپائی سے اٹھنا دشوار ہوگیا۔ درد کی شدت کے باعث غشی طاری ہو جاتی تھی۔ کروٹ بدلنے کی ہمت نہ تھی۔ انہیں دنوں حضرت کو پاک پتن تشریف لے جاتے ہوئے ٹھٹھہ محبوب میں قیام فرمانا تھا جہاں پر حاضری میری عادت مستمرہ تھی مگر تکلیف کی وجہ سے حاضری محال تھی، طلبہ کی ایک جماعت آپ کی خدمت میں وہاں حاضر ہوئی، تو حضرت نے استفسار فرمایا 'تمہارا مولوی کہاں ہے؟' ۔ انہوں نے میری حالت بیان کی آپ اسی وقت میاں شیخ احمد مرحوم کو فرمایا کہ ایسے سوت کی سات تاندیں (تاریں) لاؤ جس کے کاتنے والی عورت کا باپ اور خسر دونوں زندہ ہوں۔ وہ منگوا کر ان پر دم کرکے اور چند گانٹھیں لگا کر طلبہ کو دیں اور فرمایا کہ اسے مولوی صاحب کے گلے میں باندھا جائے اتفاقاً مجھے اس شام نیند آ گئی اور دوبارہ وہی حالت دیکھی۔ اس کے بعد میں نے محسوس کیا کہ درد جاتا رہا اور جسم میں ایک گنا طاقت بھی آ گئی ہے۔ فوراً حضرت کی خدمت میں حاضر ہونے کو تیار ہوگیا اور دوسرے روز صبح کے وقت سناواں ریلوے اسٹیشن پر حضرت کی قدم بوسی کے لئے کھڑا تھا۔ حضرت تشریف لائے تو دور ہی سے فرمایا 'سنا ہے تم بیمار ہو گئے ہو' میں نے عرض کیا 'آپ نے بے توجہی فرمائی تھی، بیمار کیوں نہ ہوتا' فرمایا 'کیا توجہ نہیں کی'؟ میں نے عرض کیا 'تو کیا میں حاضر نہیں ہوا؟'۔ (مہر منیر مولانا فیض احمد فیض ۳۱۳)

......☆☆......

......ہر غیث جس کا پیاسا ......

علامہ ظفر الحق نوری صاحب

حضرت سیدنا پیرانِ پیر سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جنتیوں اور جہنمیوں کو ایک ساتھ دیکھ، ان کے بیچ ایک پردہ ہے، وہ انہیں خلط ملط نہیں ہونے دیتا۔ **بینھما برزخ لا یبغیٰن ٥**، جس طرح کان میں سونا اور مٹی ملے ہوتے ہیں لیکن الگ الگ، سونا سونا ہے مٹی مٹی ہے۔ یہاں صرف جوہری کی آنکھ کام کرتی ہے۔ اس دنیا میں بھی نیک و بد دونوں موجود ہیں، اپنی آنکھ کھول، ہوسکتا ہے تو دیکھ کر کہہ دے ''فرق صاف ظاہر ہے'' ہاں سن! ابھی اس کان سے سونا ختم نہیں ہوا۔ جب تک سمندر کا نصف شکر ہے اور نصف حصہ سانپ کے زہر جتنا کڑوا ہے۔ اس کی تہہ سے موتی، ہیرے، جواہر، لُولُو، مرجان نکلتے ہی رہیں گے۔ کوئی نکالنے والا تو ہو یا پھر موج کا انتظار کر، اس جہان میں دونوں پانی موجود ہیں جو موجوں کی طرح آپس میں ٹکراتے رہتے ہیں، نوری صلح کی موجوں کو ابھارتے رہتے ہیں اور سینوں سے کینوں کو نکالتے رہتے ہیں۔ اس کے برعکس ناری، محبتوں کو تہہ و بالا کرتے رہتے ہیں۔ محبت، کڑووں کو مٹھاس کی طرف کھینچتی ہے اور عداوت میٹھے کو تلخ بناتی ہے۔ ہوسکتا ہے کسی کو بظاہر نظر نہ آتا ہو، انجام کے دریچے سے دیکھنے سے ہر ایک کو نظر آہی جاتا ہے۔ صدیاں بیت رہی تھیں، ماحول کڑواہٹ سے بھرا جا رہا تھا۔ مٹی، سونے پر غالب آرہی تھی۔ درد کے قاصد بن کر ٹیسوں کی موجوں کو ابھار رہے تھے۔ تلخیوں کا کاروبار عروج پر تھا۔ پیاس کی شدت سے ایمان کی زبان پر کانٹے اگنے والے تھے۔ چیونٹی سے لے کر ہاتھی تک جس کا کنبہ ہے اور جو سب کی پرورش کرنا جانتا ہے۔ اس نے پانچویں صدی کے آخری دہانے پر 11 ربیع الثانی ۴۸۰ھ کو، قصبہ بحیرہ خزرج (کیپسن سی) کے جنوب میں گیلان کے قریب خیر کے مرکز امتہ الخیر، سیدہ فاطمہ بنت سیدنا عبداللہ صومعی کے بطن اطہر سے، میٹھے سمندر سے، موج کرم اٹھائی اور ہیروں، موتیوں، لولو و مرجان سے کھربوں درجے قیمتی جوہر سطح دنیا میں نمودار ہوا۔ حضرت ابوصالح موسیٰ جنگی کے اس جوہر کو ماں نے قادر مطلق کا بندہ ہونے کا نام دیا یعنی عبدالقادر۔ قدرت کے ایک غیبی اشارے نے اسے محی الدین کہا، خلق خدا غوث اعظم کہتی ہے۔ ہاں زبان خلق کو نقارہ خدا سمجھ۔ ساٹھ سالہ ماں نے جو اس عمر میں بچہ جننے کے قابل نہیں ہوتی۔ ایسا بچہ دیا کہ گیلان کی بستی میں سارا سال ہر گھر میں بچے یعنی بیٹے ہی پیدا ہوتے رہے جن کی تعداد گیارہ سو تک گنی جا چکی ہے۔ کنیت ابومحمد تھی ناں، یعنی اس سال ہر گھر میں بیٹے ہی پیدا ہوئے تھے، اس لیے کہ اس نام ہمایوں والے ﷺ نے ربیع الاول یعنی کائنات کی سب سے پہلی بہار بناتے ہوئے ایسا ہی کیا تھا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے حق میں گواہی دینے والا بچہ حضرت یوسف علیہ السلام کی صداقت، پاکیزگی، طہارت و عظمت شان کو جانتا تھا۔ خلاف فطرت گواہی دینے لگا کہ عمر میں اتنا شعور کہاں ہوتا ہے۔ حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی بھی اسی عمر میں بے شمار حقیقتوں سے آگاہ تھے۔ انہیں فرض روزوں کے مہینے کا بھی علم تھا۔ وہ اس کی قدر و منزل کو جانتے تھے۔ وہ یہ بھی جانتے تھے کہ صبح صادق کے طلوع کا کون سا وقت ہے اور غروب آفتاب اور افطاری کتنے بج کر کتنے منٹ پر ہوتی ہے۔ مہینے کے آغاز و اختتام سے بھی آگاہ تھے، وہ مکلّف بھی نہ تھے کہ روزہ کی فرضیت کے لیے بلوغت شرط ہے لیکن اس پر عمل کر کے دکھایا اور بتایا کہ لوگو! تم بالغ و عاقل ہو کر بھی نہیں عمل کرتے ہو جن پر اللہ تعالیٰ کا خاص کرم ہوتا ہے وہ پیدا ہوتے ہی عمل کر دکھاتے ہیں۔ بہت سی بیدار آنکھوں والے ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے دل سوئے ہوئے ہوتے ہیں، اس آب گل کی دنیا کے طالب کیا دیکھ سکتے ہیں جو شخص دل کی بینائیاں رکھتا ہو وہ اگر سو بھی جائے تو اس کی بینائیاں جاگ اٹھتی ہیں کہ **لاینام قلبی** کا اعلان کرنے والے کے قدموں کی دھول بن کر رہتے ہیں۔ اگر تو صاحب دل نہیں تو جاگ، نفس سے لڑ اور کسی بیدار دل کا طالب بن، کہ آنکھ کا نور دل کا نور نہیں۔ **فاسعوا الی ذکر اللہ** یہ قادر کا بندہ بیدار دل، آنکھ کھولتے ہی مطالعہ کائنات میں مصروف ہو گیا۔ اس عارضی کائنات کو بھی جس نے اتنا حسین بنا دیا ہے۔ اس کے اپنی ذات کے رنگ نہ جانے کیا ہوں گے۔ آپ نے پھول کو بھی دیکھا۔ اس کی مہک، نزاکت، رنگت اور لطافت کو بھی دیکھا اور پھر اس پھول میں رنگ بھرنے والے کو بھی دیکھا جو اس کے آس پاس ہی کہیں چھپا بیٹھا تھا۔ کئی بار بے ساختہ پکار اٹھے ہوں گے۔ **ما خلقت ھذا باطلا**، دس سال کی عمر کیا ہوتی ہے صرف کھلنڈرا پن لیکن قادر کے اس بندے نے اتنی سی عمر میں قرآن پاک حفظ کیا۔ اور اپنے شہر کے تمام علوم

مروجہ یعنی دینی ودنیاوی علوم پر عبور حاصل کرلیا تھا۔سبحان اللہ! واہ مولا تیری دین۔و کان فضل اللہ علیہ عظیما. لوہا داؤد علیہ السلام کی بات سمجھتا تھا،اس لیے موم ہو جاتا تھا۔وہ جس طرف موڑنا چاہتے،مڑ جاتا تھا۔حضرت موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی آپ کا اشارہ تک سمجھتی تھی۔جبھی تو لاٹھی سے سانپ،پھر سانپ سے لاٹھی بن جاتی تھی۔دریائے نیل حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سوٹے کی ایک مار سے سمجھ گیا تھا کہ کس کو ڈبونا ہے کس کو پار لگانا ہے۔وہ یہ بھی سمجھتا تھا کہ اگر ایک بھی اسرائیلی ڈوب گیا یا ایک بھی فرعونی بچ نکلا تو موسیٰ علیہ السلام کے ڈنڈے کی مار پھر تیار کھڑی ہے۔کئی بار ایسا ہوا کہ ہزار بار سمجھانے کے باوجود میری کوئی بات نہ سمجھ سکا۔اور چاند،آقائے کائنات جن کا نام ہی دکھ درد کا مرہم ہے۔(ﷺ) کی انگلی کا اشارہ سمجھ گیا۔اور کلیجہ چیر کر قدموں میں رکھ دیا۔آپ کی اونٹنی ما مورۃ من اللہ تھی۔وہ اپنے میزبان اور اس کے گھر کو،اس کی گلی کو سب کچھ جانتی اور سمجھتی تھی۔حالانکہ وہ اس گلی میں شاید پہلے کبھی نہ آئی تھی۔سرکار دو جہاں ﷺ کا دراز گوش صحابہ کا نام ان کے گھر،سب جانتا تھا اور جب کسی کو بلانے بھیجا جاتا تو یہ انہی کو بلا کر لاتا،کوئی کتنا ہی ولی ہو،قطب ہو،ابدال ہو،دوسری تیسری پشت میں جا کر کچھ نہ کچھ فرق ضرور پڑ جاتا اگر فرق نہیں پڑا تو سیدہ فاطمہ بنت عبداللہ صومعیہ کے لخت جگر کی ذات میں نہیں پڑا۔دو تین پشتیں نہیں،پانچویں صدی دم توڑ رہی ہے۔اس ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات ،ماں کے قول کی امانت کا رکھوالا،صداقت کا پتلا،چوروں،رہزنوں،قزاقوں،اکھڑ ذہنوں کو سمجھا گیا کہ زندگی کس کا نام ہے دکھ بکھیرنے کا نہیں سکھ دینے کا نام ہے۔کسی نے لیلیٰ سے پوچھا: تو وہی ہے جس کی وجہ سے قیس اور مجنوں اور دیوانہ بنا پھرتا ہے۔تو دوسرے حسینوں سے بڑھ کر حسین تو نہیں ہے۔اس نے کہا خاموش رہ تو مجنوں نہیں ہے۔اگر تیرے پاس مجنوں کی آنکھ ہوتی تو دونوں جہاں تیری نظر میں بے قدر ہوتے تو ہوش میں ہے۔عشق کی راہ میں تیرے جیسی بیداری،بہت بری چیز ہے۔اس راہ عشق میں جو بیدار ہے،وہ زیادہ غافل ہے۔دنیا کی بیداری،نیند سے بھی بدتر ہوتی ہے۔عشق کی منزل کے راہی کو شیطان لاکھ بہکاوے دے۔قادر کے بندے اس کے بہکاوے میں نہیں آتے۔وہ اپنے محبوب کی ذات میں مست رہتے ہیں جیسے مچھلی پانی سے نہیں اکتاتی،خشکی پر ہزاروں رنگ سہی،وہ مچھلیوں کو نہیں بھاتے وہ ایک ہی رنگ میں مست رہتی ہیں۔وہی اس کی زندگی وہی اس کی موت،وہی اس کی دنیا،وہی اس کی عقبیٰ ہوتی ہے۔بغداد کے والی،جس ذات کے حسن کے سمندر میں ہمہ وقت تیرتے رہتے ہیں۔وہ اس سمندر کے خزانوں کے مالک بن کر دنیا کو بانٹتے رہتے ہیں۔پانی کی سطحی لہر تو صرف پانی کے وجود کا احساس ہی دلا سکتی ہے۔عام اولیاء کرام اس سمندر کی سطحی لہریں ہیں اور جیلان کے شہنشاہ عمیق گہرائیوں میں غوطہ زن رہنے والے آقا اگر بارہ سال کے طویل ترین عرصہ سے ڈوبی ہوئی ناؤ کو بھی پار لگانا چاہیں تو لگا سکتے ہیں کہ وہ پانی کی گہرائی کو بھی جانتے ہیں اور وہ کشتی جو بارہ سال سے ڈوبی ہوئی ڈوبتے ڈوبتے کہاں پہنچ چکی ہوئی ہے،اس کو بھی جانتے ہیں۔مرض کی تشخیص کے ساتھ ساتھ اس کا علاج بھی ہو جائے تو سبحان اللہ! اس جان پہچان کے ساتھ پار لگانا بھی انہیں کا کام تھا۔اے یَا مریدی لا تخف کی تسلیاں دینے والے! میرے نجات دہندہ مجھ سے ہزار کوتاہی ہوئی ہے جیسے ہوس نیکیوں کو کھا جاتی ہے۔میں نے اپنی برائیوں سے نیکیوں کی ساری کھیتی تباہ کر لی ہے۔اعمال کا پھل تو دل کی گرمی اور آنکھ کے آنسوؤں سے پکتا ہے،میں ان دونوں نعمتوں سے محروم ہوں،اور تو ایسا غیث ہے کہ جہاں برسے،جل تھل کر دیتا ہے۔فنا کے بعد ہی بقا ملتی ہے میری خشک زمین کو تیرے کرم کی بارش کی پھوار درکار ہے۔

اے کریم اور کرم اور کرم اور کرم

اے وہ ذات! جس کا تلوا اولیاء عظام اپنی آنکھوں سے ملتے ہیں جو تجھے دیکھ لے،وہ ساری کائنات کے سایہ دار لیکن بے سایہ ذات کا سایہ دیکھے،اے حسنی وحسینی پھول،اے حسنی وحسینی چاند،اے حسنی وحسینی لعل وجواہر،تیری مہک،تیرا اجالا،تیری چمک دمک،نبی رحمت ﷺ کی رحمت کا صدقہ،حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے منصب علویہ کا اتارا ہے۔دنیاءِ بحر و بر کا وہ کون سا کنارہ ہے،جہاں تیرے کرم کی بھیک نہ پہنچیں ہو۔

اے ہر ادنیٰ کے رافع اور بلندیاں بخشنے والے،اے ہر محروم کے نافع اور نفع بخشنے والے،اے محروم ومایوس کے شافع اور شفاعت کی خیرات سے نوازنے والے،ہم خوار وزبوں گنہگار عاصی بری تقدیر والے، میلے دل والے کہاں جائیں،اے مشرق ومغرب کے ہر مشرق اور مغرب تک حکومت کرنے والے،ہمارے دل کی حیثیت ہی کیا ہے۔ہماری آنکھیں ٹھنڈی نہ ہوں گی تیری عطا کے بغیر۔ہماری تقدیر بھلی نہ ہوگی،تیری رضا کے بغیر۔ان مفت کے پالوں پر کرم فرما

اے کریم اور کرم اور کرم اور کرم

Monthly **AL-HAQIQA** March 2010
Reg.No. C.P.L.169



فیضانِ نظر

مہبطِ تجلیاتِ توحید شارحِ اسرارِ تفرید وارثِ علومِ حبیبِ کریم ﷺ پیکرِ وسعتِ تصرفات

شاہکار حضورِ نقشِ لاثانی

پروفیسر محمد حسین آسی قدس سرہ النورانی

تیسری سالانہ

میلاد کانفرنس

بمقام بستی حضور مفکرِ اسلام نزد کوہلیاں

زیرِ صدارت
پیکرِ غیرت و حمیت عاشقِ رسول مردِ مومن
مردِ حق جناب صاحبزادہ
محمد عطاء الحق صاحب مدظلہ
زیبِ سجادہ حضور مفکرِ اسلام

خصوصی خطاب
جامع علوم شرقیہ و غربیہ
فخرِ ملت والدین
جناب صاحبزادہ سید
شمس الدین بخاری

خصوصی خطاب
شیرِ اہلسنت، پیکرِ سوز و گداز
حضرت علامہ
سید شاہد حسین گردیزی
آف سانگلہ ہل

شرکتِ خصوصی
جناب صاحبزادہ
خواجہ ناصر رحمانی صاحب مدظلہ
مرکزی امیر شیران الاسلام

نقابت
رفاقت علی صاحب

تلاوت
زینت القراء
قاری محمد عمران آسوی صاحب

ترانہ شیران اسلام
صاحبزادہ محمد طاہر حسینی صاحب

ثناخوانانِ مصطفیٰ
- حافظ عبدالرزاق فیض صاحب (پورن)
- حافظ انیس خان صاحب
- صوفی امانت علی صاحب

آمدِ خاص
محمد عاصم ایڈووکیٹ مرکزی ناظمِ اعلیٰ
محمد آفتاب احمد خان صوبائی امیر پنجاب

شیران اسلام پاکستان